بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

حضرت مفتی اعظم پاکستان کا سانحہ وفات	شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم	۳
حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانیؒ کا سانحہ ارتحال	شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	۶
علماءِ امت سے کچھ خاص خاص باتیں	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۹
ٹرانس جینڈر قانون کے نتائج وعواقب	شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	۱۵
شش ماہی امتحانات سالانہ امتحان کا پیش خیمہ ہیں	شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	۲۹
مقبول شخصیتوں کی ناقابل قبول باتیں	مولانا بدر الحسن القاسمی	۳۲
مقصد اور اہداف سے آگاہی کی تربیت کی ضرورت	شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی	۳۹
یہ کون لاڈلا سویا والدین کے بیچ؟!	جناب سعود عثمانی صاحب	۴۲
الوداع مفتی اعظم مولانا رفیع عثمانی الوداع	جناب نوید مسعود ہاشمی	۴۵
مصباح اللغات اور مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ	جناب عبدالمتین منیری	۴۸
تبصرہ کتب	محمد احمد حافظ	۵۶
اخبار الوفاق	ادارہ	۵۹

سالانہ بدل اشتراک

بیرون ملک امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک ۳۰ ڈالر-سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ امارات وغیرہ ۲۳ ڈالر-ایران، بنگلہ دیش ۲۰ ڈالر-

اندرون ملک قیمت: فی شمارہ: 40 روپے، زر سالانہ مع ڈاک خرچ: 500 روپے

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

حضرت مفتی اعظم پاکستان کا سانحہ وفات

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کا نماز جنازہ کے عظیم اجتماع سے خطاب

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سرپرست اعلیٰ، جامعہ دارالعلوم کراچی کے صدر، عالم اسلام کی عظیم علمی شخصیت، مفتی اعظم پاکستان، استاذ العلماء والمحدثین حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانیؒ ۱۸/اور۱۹/نومبر ہفتے کی درمیانی شب میں انتقال فرما گئے......انا للہ وانا الیہ راجعون۔حضرت مفتی اعظم پاکستان کی وفات عظیم سانحہ تھا جس نے تمام علمی دنیا کو گہرے صدمے میں مبتلا کر دیا۔آپ کی نماز جنازہ میں نہ صرف پاکستان کے گوشے گوشے سے علماء وطلبہ اور عامۃ الناس شرکت کے لیے پہنچے بلکہ بیرون ممالک سے بھی سینکڑوں لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کے لیے سفر کیا۔اس موقع پر حضرت اقدس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ نے جو خطاب فرمایا ؛نذر قارئین ہے۔ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں حضرت مفتی اعظم پاکستان نور اللہ مرقدہ کی شخصیت پر منتخب مضامین پیش کیے جائیں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا ونبینا وحبیبنا ومولانا محمدن النبی الامین،وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وعلیٰ کل من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین

امابعد!......حضرات گرامی قدر!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

آج کا دن نہ صرف ہمارے دارالعلوم کے لیے،حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے لیے، بلکہ پوری امت مسلمہ کے لیے، پورے ملک کے لیے، پوری قوم کے لیے ایک ایسا جانگداز سانحہ ہے کہ اس پر رنج وغم کے کوئی بھی الفاظ استعمال کیے جائیں وہ ناکافی ہوں گے۔آپ حضرات نے اپنی محبت عقیدت اور ایمانی اخوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں پر حضرت کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے زحمت اٹھائی، میں جانتا ہوں کہ اس وقت صرف کراچی سے نہیں بلکہ پورے ملک کے دور دراز اور دور افتادہ علاقوں سے یہاں پر تشریف لائے، جو حضرات آئے وہ یقیناً اپنی ایمان، محبت اور اخوت کے جذبہ سے یہاں جمع ہوئے ہیں۔کل سے صرف ہمارے دارالعلوم میں ہی اطرافِ ملک سے آنے والے مہمانوں کا ایک بڑا اجتماع ہے، اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ کراچی کے مختلف مدارس میں اطراف ملک سے ہی نہیں بلکہ دوسرے

ممالک سے بھی، یہاں اس وقت امارات سے، سعودی عرب سے، اور انگلینڈ تک سے ہمارے معزز مہمان تشریف لائے ہیں تا کہ نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کریں۔ ہم اُن سب کی خاطر خواہ میز بانی کا حق ادا نہیں کر سکے، ان کا اجر یقیناً اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہے۔ اور ان شاء اللہ ان کی اس محبت اور عقیدت کا، ان کے اس عظیم ایمانی جذبے کا اجر ان شاء اللہ؛ اللہ جل جلالہ کی بارگاہ سے ملے گا۔

اس موقع پر میں اتنا عرض کروں کہ یوں تو حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب قدس اللہ سرہ؛ ان کی فرقت ہم سب کیلئے بڑا صدمہ ہے۔ وہ سب ہی کیلئے پیکر محبت اور پیکر شفقت تھے، اللہ تبارک وتعالی نے ان کو علم وفضل کی بلندیوں پر پہنچایا، اللہ تبارک وتعالی نے ان کو جو فقہی فراست وبصیرت عطاء فرمائی، جس کی وجہ سے پاکستان کے علماء نے متفقہ طور پر ان کو مفتی اعظم کا لقب دیا۔ ایک مفتی اعظم وہ ہوتا ہے جس کو سرکاری سطح پر قرار دیا جائے، لیکن آپ لوگ جانتے ہیں کہ سرکاری طور پر جس کو مفتی اعظم قرار دیا جاتا ہے اس میں بہت سے سیاسی عوامل کارفرما ہوتے ہیں، وہ ان کی قابلیت کی وجہ سے کم اور حکومت کے ساتھ تعلقات کی بنا پر ان کو مفتی اعظم بنا دیا جاتا ہے، لیکن حضرت مفتی صاحب قدس اللہ سرہ کو کسی حکومت یا سرکار نے نہیں بلکہ علماء کرام کے بڑے مجمع نے یہ لقب عطاء کیا اور سب نے اس سے اتفاق کیا۔ یہ معمولی بات نہیں کہ علماء نے علم وفقہ بنا پر ان کو اپنا سربراہ اور مفتی اعظم قرار دیا۔

اللہ تبارک وتعالی نے اس کا مظاہرہ بھی اس طرح کروایا کہ اس وقت ملت اسلامیہ جن مختلف مسائل کا شکار ہے اور جو نوع بہ نوع مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں، اللہ تبارک وتعالی نے ان کے قلم سے، ان کی زبان سے، ان کی تصنیفات سے، ان کے فتاویٰ سے ان تمام مسائل کا حل پیش کیا، اور انہوں نے مفتی اعظم ہونے کا پورا حق ادا کیا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ سرکاری مفتی اعظم نہیں بلکہ علمائے کرام کے نامزد مفتی اعظم تھے۔

میں نے اپنے والد ماجد قدس اللہ سرہ سے یہ واقعہ سنا تھا کہ ایک بادشاہ تھا، اس کے بال بنانے کیلئے ایک حجام تھا۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے اس کو بال بنوانے کیلئے بلایا، جب وہ حجام پہنچا تو بادشاہ سو چکا تھا تو اس حجام نے سوتے سوتے اس کے اس طرح بال بنا دیئے کہ بادشاہ کو پتہ بھی نہیں چل سکا اور وہ بال بنا کر چلا گیا۔ بادشاہ جب بیدار ہوا تو اس نے دیکھا کہ بال بنے ہوئے ہیں، پوچھا تو معلوم ہوا کہ حجام سوتے میں بال بنا کر چلا گیا ہے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس نے ایک تقریب منعقد کی اور اس حجام کو ''رئیس الحجامین'' کا خطاب دیا کہ یہ سب حجاموں میں سب سے بڑا اور ماہر حجام ہے۔ اس نے سن لیا اور اس اعزاز کے ملنے پر وہ حجام خاموش بیٹھا رہا، اس نے کوئی شکریہ بھی ادا نہیں کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے تمھارا اتنا اکرام کیا اور اتنا بڑا اعزاز دیا اور تمہارے لیے ایک تقریب منعقد کی لیکن تمہیں کوئی خوشی نہیں معلوم ہو رہی؟ اس نے بادشاہ سے کہا کہ آپ کی مہربانی کہ آپ نے کر دیا لیکن میں خوش اس لیے نہیں ہوں کہ یہ خطاب آپ نے دیا ہے جس کو پتا نہیں ہے کہ حجامت کیا ہوتی ہے؟۔ اگر میرے ہم پیشہ لوگ مجھے خطاب دیتے تو مجھے خوشی ہوتی لیکن

آپ بادشاہ نے یہ خطاب دیا ہے تو مجھے اس کی کوئی حقیقت اور وقعت معلوم نہیں ہوتی۔

تو یہ مفتی اعظم جو سرکاری طور پر مقرر کیے جاتے ہیں؛ یہ سرکاری اعزازات جو ان کو دیے جاتے ہیں؛ ایسے افراد کی طرف سے ہوتے ہیں جن کو نہ ان کے علم کا پتا ہوتا ہے، نہ ان کے تفقہ کا پتا ہوتا ہے، نہ ان کی بصیرت کا پتا ہے۔لیکن حضرات علمائے کرام جو علم کی حقیقتوں کو پہنچانتے ہیں، جو اس کی باریکیوں کو سمجھتے ہیں، جو اس میں بصیرت کو سمجھتے ہیں، جب وہ کسی کا انتخاب کریں تو وہ ہے حقیقت اور حقیقی طور پر وہ اس خطاب کا حق دار اور اہل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز مفتی صاحب رحمہ اللہ کو عطاء فرمایا۔ یہاں پر وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے ان کی زیارت کی ہے،انہیں دیکھا اور برتا ہے، وہ ان کے اخلاق، ان کی عادات، ان کا کردار اور پوری امت کیلئے ان کا درد...... کہ رُوئے زمین پر کہیں بھی مسلمانوں کو کوئی مسئلہ پیدا ہوا تو ایسا معلوم ہوا کہ یہ ان کا ذاتی درد ہے اور اس کیلئے انہوں نے انفرادی طور تو جو کرنا تھا وہ تو کیا لیکن اجتماعی طور پر اہل علم کے پاس گئے، کئی سفر کئے اور ان مسائل کے حل کیلئے اپنی ساری کوششیں پیش کیں۔

میں کس کس بات کا ذکر کروں......اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو جن کمالات سے نوازا تھا اور جو خاص مقام عطا فرمایا تھا......آج سامنے یہ انسانوں کا سمندر اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو کس بلند مقام پر فائز فرمایا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو جو مقام دیا اور جس طرح دین کے مختلف شعبوں میں جو خدمات ان سے لیں وہ تو اپنی جگہ پر ہیں ہی، لیکن میں اپنے لئے کہتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے یہ شرف عطا فرمایا کہ پچھتر سال کی رفاقت جو طالبعلمی کے دور سے شروع ہوئی تھی جو آج تک الحمدللہ بغیر کسی انقطاع کے مسلسل جاری رہی۔

حضرت مفتی صاحب قدس اللہ سرہ الحمدللہ حافظ قرآن بھی تھے۔انہوں نے قرآن مجید حفظ بھی کیا، میں اس سے محروم رہا، میں حفظ نہیں کر سکا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہم، ہمارے والدین اور ہمارا پورا خاندان دیوبند سے پاکستان ہجرت کر کے آیا تھا،اس میں ایسا ہوا تھا کہ وہاں تو بڑے ادارے اور بڑے مدارس تھے،حفظ قرآن کے انتظامات تھے، لیکن یہاں پر مدارس نہ ہونے کے برابر تھے،لہٰذا ان کو حفظ کرنے میں کافی وقت لگا،اور مجھے یہ موقع نہیں ملا لیکن جب کتابیں پڑھنے کا وقت آیا تو میں ان کے ساتھ تھا اور پورے طالبعلمی کے زمانے میں ساتھ تھا۔اس لئے مجھے یہ شرف اللہ نے عطاء فرمایا کہ میں نے ان کے ساتھ پڑھا،ساتھ دارالاقامہ میں رہے،ساتھ پڑھانا شروع کیا،ساتھ پڑھایا،ساتھ دارالعلوم کے اندر رہے، ملک کی تمام اجتماعی سرگرمیوں میں رفاقت کا شرف بخشا۔آج پچھتر سال کی رفاقت ختم ہو رہی ہے......انا للہ وانا الیہ راجعون!۔اللہ تعالیٰ حضرت کی کامل مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے......آمین!۔

مفتی اعظم پاکستان

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانیؒ کا سانحہ ارتحال

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ، وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ○ (آل عمران: ۱۸۵)

وقال اللہ تعالیٰ فی مقام آخر: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَام ○ (الرحمن: ۲۶)

باقی رہنے والی ذات صرف اللہ وحدہ لاشریک کی ہے۔ اسی کے ہاتھ میں زمین و آسمان کی بادشاہت ہے، ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ کوئی چیز اس کی قدرت اور دائرہ اختیار سے باہر نہیں۔ انسان کو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ایک مقرر وقت کے لیے بھیجا ہے، اس کے بعد واپسی ہے۔ وہ جو کسی نے کہا ہے......

جو یہاں آیا اس کا جانا ہوگا ایک دن
جو فنا ٹھہری تو پھر کیا سو برس کیا ایک دن

یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں آنے جانے والوں کا سلسلہ لگا ہوا ہے۔ کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جب تک حیات ہوں ان کا وجود گراں قدر نعمت ہوتا ہے، اور جب اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو ایک عالَم ان کی جدائی پر افسردہ و غمگین ہوتا ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی جامع کمالات شخصیت تھے؛ جن کی وفات پر علم کی دنیا سوگوار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ اپنی ذات میں ایک جماعت اور انجمن تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہترین مدرس، بہترین خطیب، نکتہ رَس فقیہ، اعلیٰ درجے کے منتظم، شفیق و ہمدرد مربی تھے، بلند پایہ روحانی اور علمی شخصیت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وفضل کے اعلیٰ مقام سے نوازا تھا، انہیں صحیح معنوں میں رفعتیں اور بلندیاں عطا فرمائی تھیں۔

میرا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تقریباً ۴۰ رسال کا عرصہ عملی طور پر گزرا ہے۔آپ نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کے رکن، پھر نائب صدر ہونے کی حیثیت سے وفاق المدارس کے اجلاسوں میں ہمیشہ شرکت کی، رہنمائی فرمائی، ان اجلاسوں میں آپ کی رائے بہت صائب اور وقیع ہوتی تھی، جوحکمت وبصیرت، فراست اور تجربے پر مبنی ہوتی تھی۔

میرا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر اور حضر میں بھی وقت گزرا۔ہم نے اندرونِ ملک کئی اسفار اکٹھے کیے، حالانکہ وہ نفیس طبع اور نازک مزاج تھے مگر دینی کاموں میں مشقت بھی خوب برداشت کرتے تھے۔سن ۲۰۰۵ء کا جب زلزلہ آیا تو ہم نے وفاق المدارس کے وفد کی حیثیت سے خیبر پختون خوا اور آزاد کشمیر کے زلزلہ سے متاثرہ علاقوں کا جو دورہ کیا، اس وقت ہمارا دن رات سفر رہتا تھا، یہ بہت ہی مشقت والا سفر تھا، ٹوٹی ہوئی سڑکوں اور راستوں پر تھا، لیکن حضرت مفتی رفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ یہ سفر کیا اور یہ تمام مشقتیں لوگوں کی ہمدردی اور محبت میں برداشت کیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عراق کا سفر بھی ہوا، حرمین شریفین کے سفر ہوئے، کئی بین الاقوامی کانفرنسوں میں ہم نے اکٹھے شرکت کی۔ان کانفرنسوں میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت عزت اور اہمیت دی جاتی تھی۔واقعہ یہ ہے کہ وہ صحیح معنوں میں مفتی اعظم تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو فتویٰ اور تقویٰ کا جامع بنایا تھا۔وہ علمی اور فقہی مسائل میں جو بھی رائے دیتے نہایت سوچ بچار کے ساتھ دیتے تھے۔ان کے مزاج میں عجلت اور جلد بازی بالکل نہیں تھی، ہر کام کو بڑی متانت اور وقار کے ساتھ کرنا......حدیث پاک میں جو آتا ہے کہ کاموں کو میانہ روی کے ساتھ کرنا، اس کے مظہر کامل تھے۔

اپنے اکابر سے محبت اور چھوٹوں پر شفقت ان کی شخصیت کا جز ولاینفک تھا......ان کے مقام ومرتبے اور ہمارے درمیان زمین وآسمان سے زیادہ فاصلہ تھا، ہماری ان سے کوئی نسبت ہی نہیں تھی، نہ علم میں، نہ عمل میں، نہ تقویٰ میں، کسی اعتبار سے بھی، مگر وہ محسوس ہی نہیں ہونے دیتے تھے اور اس طرح چھوٹوں کے ساتھ رہتے تھے کہ جیسے وہ ان کے دوست ہیں۔انہوں نے ہمارے ساتھ اپنی زندگی دوستانہ انداز میں گزاری، کبھی بڑے بن کر نہیں رہے، حالانکہ وہ ہم سب کے بڑے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں وجاہت عطا فرمائی تھی، لباس اچھا پہنتے تھے، آپ بہت نفیس اور شائستہ مزاج تھے۔ان کی اپنی ایک وضع قطع تھی جس میں بہت بھلے لگتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں رعب بھی عطا فرمایا تھا۔

''دارالعلوم کراچی'' ان کے حسن انتظام کا بہترین شاہکار ہے، حقیقت یہ ہے کہ دارالعلوم آپ کی دلچسپیوں

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

کا خاص الخاص محور تھا، دارالعلوم کی ایک ایک اینٹ اور اس کے گل بوٹوں میں حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خوشبو رچی بسی ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وفاق المدارس میں بڑی اصلاحات کیں، معاملات میں گہرائی تک جاتے تھے، مالی اور انتظامی معاملات میں اللہ نے انہیں بہت بصیرت عطا فرمائی تھی، ایک ایک پائی کا بڑا خیال کرتے تھے۔

ان کے مرض وفات میں ایک دن جب میں تیمار داری کے لیے حاضر ہوا تو بہت شفقت سے فرمانے لگے کہ......حنیف! پہلے تو تُو مجھے فون کرتا تھا، اب تمہارا فون نہیں آتا، یا بہت دنوں بعد فون آتا ہے۔ میں نے کہا حضرت صرف آپ کی راحت اور آرام کی خاطر فون نہیں کرتا؛ البتہ آپ کے حالات پوچھتا رہتا ہوں، خیریت معلوم کرتا رہتا ہوں، لیکن یہ ان کی محبت کی دلیل تھی ۔ میرے ساتھ انہوں نے جس طرح کئی موقعوں پر شفقت کا مظاہرہ کیا اسے کبھی بھلایا نہیں جاسکتا......ان کا معاملہ ایسے تھا جیسے باپ بیٹے کے لیے کرتا ہے۔ حقیقت میں وہ میرے مربی تھے، محسن تھے......جامعہ خیرالمدارس اور حضرت داداجان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کو جو تعلق تھا اور وفاق کی وجہ سے بھی وہ بہت شفقت فرماتے تھے۔ ابھی جب میرا وفاق المدارس العربیہ کا بطور ناظم اعلیٰ اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا بطور صدر وفاق انتخاب ہوا، اور اس کے بعد میں کراچی آیا تو دارالعلوم میں حضرت مفتی تقی صاحب دامت برکاتہم نے مجھے حکم کیا کہ آپ یہاں طلبہ اور اساتذہ سے بیان کریں، تو حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ باوجود پیرانہ سالی؛ ضعف ونقاہت کے تشریف لائے، بیان کے دوران موجود رہے اور دونوں حضرات......مفتی تقی صاحب اور مفتی رفیع عثمانی نے بہت محبتوں اور شفقتوں سے نوازا، میرے لیے بہت زیادہ دعائیہ کلمات حضرت مفتی رفیع صاحبؒ نے فرمائے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہم ایک عظیم شخصیت سے محروم ہوگئے ہیں۔ ان کا خلا کبھی بھی پر نہیں ہوگا۔ ان کی جدائی معمولی جدائی نہیں ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہ آدھی زندگی جدائیوں سے بنی ہوئی ہے اور یہ جدائیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں، آپ سوچے کہ صحابہ کرام کے دل میں کیا گزری ہوگی جب وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جدا ہوگئے ہوں گے......مگر انہوں نے صبر کیا اور صبر ہی ہمارا شعار ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بلند سے بلند فرمائے اور ہمیں بھی نقش رفیع پر چل کر رفعتیں نصیب فرمائے......آمین یارب العالمین!۔

تذکیر وموعظت

علماءِ امت سے کچھ خاص خاص باتیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے علوم ومعارف عام وخاص......سب کے لیے فیض عام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ذیل میں آپ کے مطبوعہ مواعظ میں سے منتخب اقتباسات کا سلسلہ دیا جارہا ہے۔اسے جناب صوفی محمد اقبال قریشی رحمہ اللہ نے ترتیب دیا اور حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کتب خانہ سے اس مجموعہ کو شائع کروایا۔حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاح وانقلاب کی تجدیدی مساعی کے مختلف پہلو ہیں۔ان میں ایک پہلو اہل علم سے متعلق بھی ہے۔حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اہل علم سے متعلق کچھ صاف صاف باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔حقیقت یہ ہے عام مسلمانوں کی طرح طبقہ اہل علم بھی اصلاح وتہذیب اور تزکیہ کا محتاج ہے۔ہمیں ان ارشادات کا اسی نظر سے مطالعہ کرنا چاہیے۔(ادارہ)

اہل علم کو تکلفات میں پڑنا مناسب نہیں:

ایک عالم صاحب کا خط آیا جو تمام تکلفات اور نیچریت سے بھرا ہوا اور بہت لمبا چوڑا تھا اور اس میں زیادتی تحریر کی عذرخواہی بھی تھی۔اس پر تحریر فرمایا:''مجھے اپنے وقت کا زیادہ افسوس نہیں مگر آپ پر زیادہ افسوس ہے کہ پرانی وضع کو چھوڑ کر جدت اختیار کی۔کیا یہ اس کا مصداق نہیں؟اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ......اہل علم میں یہ تبدل تو پھر غیر اہل علم کا کیا کہنا؟!......پس فتنہ عام ہوگیا۔(ملفوظات وملفوظات یعنی جدید ملفوظات ص۲۰۲)

علماء کو اپنے اخلاص کا خود امتحان لیتے رہنا چاہیے:

فرمایا......دین کا کام خاص وہ علم ہے جس میں اخلاص ہو۔علامہ شعرانیؒ نے اخلاص کی ایک علامت لکھی ہے،وہ یہ کہ جو کام تم کررہے ہو اس کام کا کرنے والا تم سے اچھا اس بستی میں آجائے اور وہ کام ایسا ہو جو علی العین واجب نہ ہو جیسے مسجد ومدرسہ کا اہتمام یا وعظ کہنا،پیری مریدی کرنا،کسی نیک کام کے لیے چندہ کرنا وغیرہ وغیرہ......تو تم کو اس کے آنے کی خوشی ہو رنج نہ ہو۔بلکہ تم خود لوگوں کو اس کے پاس بھیجو کہ وہاں جاؤ وہ مجھ سے بہتر ہیں اور سارا کام خوشی کے ساتھ دوسرے کے حوالے کرکے خود ایک گوشہ میں بیٹھ جاؤ اور دل میں خدا کا شکر کرو اس نے ایسے آدمی کو بھیج دیا جس نے تمہارا کام بٹوالیا۔اگر یہ حالت ہو تب تو واقعی تم مخلص ہو۔

مگر اب تو کسی عالم کی بستی میں کوئی دوسرا چلا آئے جس کی طرف رجوع ہونے لگے تو جلے مرتے ہیں اور دل سے یہ چاہتے ہیں کہ اس شخص سے کوئی بات ایسی ظاہر ہو جس سے عوام بدگمان ہو جائیں کہ دو شمشیر در نیامے نہ گنجند۔ اسی طرح دو عالم در مقامے نہ گنجند۔ گویا اپنے کو وحدہ لاشریک لہٗ سمجھتے ہیں کہ بس تمام لوگوں کو ہماری ہی طرف رجوع کرنا چاہیے، کسی اور کی طرف رخ بھی نہ کرنا چاہیے کیونکہ قبلہ و کعبہ تو ہم ٹھہرے پھر دوسری طرف نماز کیسی؟ انا للہ وانا الیہ راجعون! اس حالت میں تم ہرگز مخلص نہیں بلکہ اخلاص سے مفلس ہو۔

اور لیجیے ایک مولوی صاحب کا کسی مدرسے میں قیام ہے جب اس کا سالانہ جلسہ ہوتا ہے تو آپ کو ایک خاص حظ آتا ہے اور سمجھتے ہیں کہ حظ دینی ہے کیونکہ نفس کہتا ہے کہ مجھ کو محض دین کا کام جاری ہونے والا اور طلباء فارغین کو سندِ فراغ ملنے کی خوشی ہو رہی ہے۔ اپنی کارروائی ظاہر ہونے کی خوشی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا ایک امتحان ہے، وہ یہ کہ اگر یہ حضرت مولوی صاحب اس مدرسے سے الگ کر دیئے جائیں اور کوئی دوسرا ان کی جگہ پڑھانے لگے پھر اس کے فارغ کردہ طلبہ کو سندِ فراغ دی جائے اور اس کے لیے جلسہ کیا جائے تو ان مولوی صاحب کو اس وقت بھی یہی حظ آئے گا یا نہیں؟۔ ایمان داری سے اپنے دل میں ٹٹول لیں۔ اگر اس وقت بھی ان کو ایسا ہی حظ آئے تو واقعی یہ دینی حظ ہے ورنہ سمجھ لو کہ یہ حظ محض دنیوی ہے جس میں ریا و عجب کی آمیزش ہے۔

اب تو یہ حالت ہے کہ کسی مدرسہ سے علیحدہ کیے جانے کے بعد یہ مولانا صاحب اس مدرسہ کی تخریب ہی کے در پے نہ ہوں تو یہ ان کی بڑی عنایت ہے۔ آئندہ اس کے جلسوں سے حظ آنا اور مسرت و خوشی ہونا تو بہت دور ہے۔

صاحبو!...... یہ نفس کا کید خفی ہے کہ ہم اپنے مدرسہ کے جلسہ سے خوش ہونے کو دینی مسرت سمجھتے ہیں۔ بعض دفعہ یہ ایسی پٹی پڑھاتا ہے کہ خود صاحب نفس کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ اس میں نفس کا کید تھا۔ چنانچہ اس مقام پر بعض اوقات نفس دھوکہ دیتا ہے کہ اپنی کارگزاری پر اس لیے زیادہ مسرت ہوتی ہے کہ اس فعل کا ہم کو ثواب ملا۔ غیر کے فعل کا ثواب ہم کو نہیں ملتا۔ اس لیے اس کی مسرت اس قدر نہیں ہوئی۔ اس کا امتحان یہ ہے کہ اگر ایسے اسباب جمع ہو جائیں کہ فعل تو ان کا ہو مگر انتساب ہو جائے دوسرے کی طرف تو کیا اس وقت بھی ویسی ہی مسرت ہوتی ہے۔

(ترجیح الآخرہ ملحقہ مواعظ دنیا و آخرت ص ۸۰۵، ۹۰۵، ۵۱۱)

علم محض پر کفایت کرنا علماء کی ایک بہت بڑی غلطی ہے:

فرمایا...... میں اہل علم کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ اہل علم آج کل علم حاصل کر کے بے فکر ہو جاتے ہیں، عمل کا اہتمام اور تکمیل علم کی کوشش نہیں کرتے اور حیرت ہے کہ اس پر وہ

اپنے آپ کو نائب رسول سمجھتے ہیں کیا یہی علم مجرد عن العمل وہ شے ہے جس سے تم نیابتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہتے ہو؟۔ حقیقی علم وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اور وہ بدوں عمل کے نہیں ہوسکتی۔ پس علم بدوں عمل کے جہالت کی مثل ہے۔

غرض!......علم محض پر کفایت کرنا بڑی غلطی ہے علماء وطلباء کو عمل کا پورا اہتمام کرنا چاہیے۔ (دارالمسعو دملحقہ مواعظ دنیا وآخرت، ص:۵۵۱)۔

عالم کو جاہل سے افضل سمجھنا جائز نہیں:

ایک مرتبہ متعدد علماء کا مجمع تھا اور کبر وتواضع کے متعلق اس پر بحث تھی کہ ایک عالم اپنے کو جاہل سے کمتر کیوں سمجھ لے؟ یہ تو تکلیف مالا یطاق ہے، کیونکہ جب علم وفضل پڑھا ہے تو یہ کیسے سمجھے کہ میں پڑھا ہوا نہیں۔ ایک حافظ اپنے کو غیر حافظ کیسے سمجھ سکتا ہے؟ حضرت حکیم الامتؒ نے نہایت جامع اور مختصر جواب ارشاد فرمایا کہ کسی کمال کے سبب اکمل سمجھنا تو جائز ہے مگر افضل بمعنی مقبول سمجھنا جائز نہیں۔ پس یہ سمجھنا کہ میں عالم ہوں کوئی حرج نہیں مگر اس پر اپنے کو مقبول عنداللہ سمجھنا یہ بڑا خطرناک ہے۔

پس!......یہ سمجھیے کہ ممکن ہے کہ باوجود اس کے جاہل ہونے کے اس میں کوئی ایسی خوبی ہو جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند آجائے اور ہم گو بڑے عالم ہوں مگر ہم میں کوئی ایسی برائی ہو جس سے ہم ان کو پسند نہ آئیں پھر ہم ہیں کس کام کے؟۔ (ملحوظات ومحفوظات یعنی جدید ملفوظات)

علماء کی حالت پر اظہار افسوس:

فرمایا......آج کل علماء کی یہ حالت ہے کہ ایک عالم نے اثبات مساوات کے لیے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ الخ سے یہ ثابت کیا ہے کہ لوگوں کو خدا کے لیے بکنا چاہیے۔ آپ لوگ پیروں کے استادوں کے ہاتھ بک جاتے ہیں اور ان کے تابع ہو جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر دوسرے مولوی کے ہاتھ بکنا نہ چاہیے تو آپ کے ہاتھ بکنا کیسے ثابت ہوا کہ آپ کی تفسیر کو بلا دلیل مان لیا جائے؟۔

مساوات کے صحیح معنی یہ ہیں کہ حقوق مشترکہ میں ایک کو دوسرے سے ترجیح نہ ہو کہ میاں بیوی استاد شاگرد و پیر مرید ہر امر میں سب ایک ہو جائیں ہر ایک کے الگ الگ بھی تو حقوق ہیں (جیسے حدیث میں ہے کہ بڑوں کی توقیر کرو، چھوٹوں پر رحم کرو) آج کل جس مساوات کی ترغیب دی جارہی ہے وہ سراسر بے ہودگی ہے۔ (ملحوظات ومحفوظات یعنی جدید ملفوظات، ص:۲۰۳، ۲۰۴)

علماء کو باطن کی اصلاح کے لیے توجہ درکار ہے:

فرمایا......علماء اکثر درس وتدریس میں مشغول رہتے ہیں مگر اس طرف توجہ نہیں کہ باطن کی اصلاح کریں گو درس و تدریس بھی بڑی عبادت ہے۔ مگر اس کی بھی تو ضرورت ہے، بلکہ خود درس وتدریس وغیرہ کچھ ان ہی اعمال مامور بہا کے لیے کرایا جاتا ہے (افاضات الیومیہ، ج ۲، ص: ۲۹۵)

اہل علم کو ذلت سے بچنے کے لیے کوئی کام دستکاری وغیرہ بھی سیکھنا چاہیے:

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ:......علماء کو علاوہ پڑھنے پڑھانے کے اور بھی کوئی کام آنا چاہیے جو ذریعہ معاش ہو سکے۔ بدون معاش کے لوگ ان کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ اس ذلت سے بچنے کے لیے مولویوں کو کوئی کام دستکاری سیکھنا چاہیے۔ پھر سیکھنے کے بعد چاہے اس سے کام نہ لیں مگر سیکھ ضرور لیں۔ اہل علم کی ذلت کسی طرح گوارہ نہیں ہوتی۔ آج کل بددینوں کا زمانہ ہے اہل دین اور علم دین کو تحقیر سے دیکھتے ہیں۔ (افاضات الیومیہ ج ۴ ص ۴۲، ۴۳)

اہل علم کا اپنی اولاد کو دنیوی تعلیم دِلانے پر اظہار افسوس:

فرمایا...... افسوس ہے آج کل بعضے حضرات دین دار اور اہل علم کہلاتے ہیں مگر اپنی اولاد کو تعلیم دنیا کی طرف بھیجتے ہیں۔ مجھ کو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے لوگ غالبًا اس پر پچھتاتے ہوں گے کہ ہم عالم کیوں ہو گئے؟، ہم نے انگریزی کیوں نہ پڑھی؟۔ سو یہ حالت کس قدر خطرناک ہے؟ اس سے ان کے قلب میں علم دین کی کھلی بے وقعتی معلوم ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ ان لوگوں کی حالت پر رحم فرمائیں اور ان کو ہدایت فرمائیں۔ (الافاضات الیومیہ ج ۴ ص: ۱۲۴)

علماء کو چندہ کے لیے کسی کی خوشامد کی ضرورت نہیں:

فرمایا......میں سچ عرض کرتا ہوں کہ علماء کو استغنا برتنے کی ضرورت ہے، کسی کی خوشامد کی ضرورت نہیں۔ کوئی اس خیال میں نہ رہے کہ ہم ہاتھ کھینچ لیں گے تو یہ کام بند ہو جائے گا۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ اگر تم منہ پھیرو گے تو تمہاری جگہ دوسری قوم کو کھڑا کر دیں گے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ علماء کو احتیاج نہیں، ہاں اس احتیاج کے کسی کے سامنے لے جانے کی ضرورت نہیں، یہ کام دین کا ہے اور دین کے اللہ میاں کفیل ہیں۔ میں بدخلقی نہیں سکھاتا ہوں۔ خلق ضروری چیز ہے اور ہر شخص سے نرمی کے ساتھ پیش آئیں مگر ان کے اَموال پر نظر نہ رکھیں اور کسی خاص شخص کی اعانت کو دین کا موقوف علیہ نہ سمجھیں، البتہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ترغیب اور اظہار ضرورت کا مضائقہ نہیں، یہ طریقہ مسنون ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ فی الحقیقت کام کے کفیل اللہ میاں ہی ہیں اور ظاہری صورت میں اس کی تکمیل یہ رکھی گئی ہے کہ چند بندے ایک دوسرے کی اعانت کریں اور اس کو انجام دیں اگر بندوں کو اطلاع نہ ہوگی تو وہ کیونکر شریک ہوں گے؟، یہ ضرورت ان کے اطلاع کرنے کی ہے، اطلاع نہ کرنے میں صورتاً کام کو بگاڑ دینا ہے اور خوشامد کرنے میں بندوں پر تکیل لازم آتا ہے اس میں حقیقتاً کام کو بگاڑنا ہے، اس وجہ سے خوشامد سے منع کیا جاتا ہے، غرض محض اگر کوئی ظاہراً معین ہوتا ہے وہ اعانت بھی درحقیقت کارسازِ حقیقی ہی کی اعانت ہے۔

میں نے مولویوں کو خطاب کیا حالانکہ وہ خود زیادہ جانتے ہیں۔ اس واسطے کہ اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ مولویوں کو چاہیے کہ اہلِ دنیا سے استغنا برتیں۔ ہاں اس کی بنا نفسانیت اور ترفع نہ ہو اور اپنے کام کو خلوص سے کریں اور کسی کو دخل نہ دینے دیں۔ دخل نہ دینے کا مطلب یہ نہیں کہ کسی قاعدہ کے بھی پابند نہ ہوں، بلکہ ان قواعد کے انضباط میں ہر کس و ناکس کی رائے محض اس وجہ سے کہ چندے میں شریک ہے؛ لینے کی ضرورت نہیں آج کل یہ بھی خبط ہوگیا ہے کہ ہر چندہ دینے والے کو یہ حوصلہ ہے کہ میری رائے کیوں نہیں کی جاتی۔ (حقوق القرآن، ص:۱۴، ۱۶)

مدارس کو زکوٰۃ کی رقم فوراً تملیک کرنا چاہیے:

فرمایا...... اہل علم کو بھی چاہیے کہ زکوٰۃ کا روپیہ جو مدرسہ میں دیا جاتا ہے اس کو فوراً تملیک کر کے مدرسہ میں داخل کرنا چاہیے ورنہ بصورت عدم تملیک اگر مزکی (زکوٰۃ دینے والا) مر گیا تو اس مال زکوٰۃ میں میت کے ورثہ کا حق متعلق ہو جائے گا، نیز حولان حول کے بعد اس پر زکوٰۃ بھی واجب ہوگی اگر وہ بقدر نصاب ہوا۔ (افاضات الیومیہ، ج۱، ص:۲۱۷)

علماء میں سلاطین کی سی سیاست ہونی چاہیے:

فرمایا...... کہ علماء کی شان تو سیاست اصلاح میں سلاطین کی سی ہونی چاہیے یعنی کوتاہی پر محاسبہ، معاقبہ ہو، ان کے ڈھیلے ہونے سے عوام کی جرأت بڑھ گئی بلکہ مشائخ کی بھی یہی شان ہونا ضروری ہے اس لیے کہ خدمت اصلاح تو ان کے بھی سپرد ہے۔ (افاضات الیومیہ، ج۳، ص:۲۵۶)

عالم کے لیے ایک بڑا فتنہ:

فرمایا...... عالم کے لیے یہ بہت بڑا فتنہ ہے کہ وہ اس کی خواہش رکھے کہ لوگ اس کے پاس آ کر بیٹھا کریں۔ (مکتوبات وملفوظات اشرفیہ، ص:۲۵۵)

مدارس دینیہ میں مبلغ کے تقرر کی ضرورت:

فرمایا......کہ میں تمام اہل مدارس دینیہ کو رائے دیتا ہوں کہ ہر مدرسہ کی طرف سے کچھ مبلغ بھی ہونے چاہئیں۔ یہ سنت نبویہ ہے اور پڑھنا پڑھانا مقدمہ ہے اسی مقصود کا۔ اصل مقصود تبلیغ ہے اور ایک بات اور تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ مبلغین کا چندہ سے تعلق نہ ہونا چاہیے۔ صرف احکام بیان کرنا، ترغیب اور فضائل بیان کرنا ان کا کام ہو۔ اس سے لوگوں کو بہت نفع پہنچتا ہے مگر اہل مدارس اس طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ (افاضات الیومیہ، حصہ ششم، ص:۳۸۹)

اہل علم کو پڑھاتے وقت مضامین کتاب کو آسان و سہل کر کے بیان کرنا چاہیے:

فرمایا......بعض مدرسین درس کے وقت گھٹل تقریر کرتے ہیں اور بات خواہ معمولی ہی سی ہو مگر اس کو موٹے موٹے الفاظ میں اور پیچیدہ عنوان سے بیان کرتے ہیں، طالب علموں کا آج کل یہی مذاق ہو رہا ہے کہ وہ بھی ایسے ہی مدرس کے بڑے معتقد ہوتے ہیں اور کہتے ہیں یہ بڑے قابل شخص ہیں اور کتاب پڑھانا خوب جانتے ہیں، اور جو محقق لوگ ہیں وہ مشکل سے مشکل مضمون کو بھی سہل کر کے بیان کر دیتے ہیں مگر بعض ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ ان کی تعلیم سرسری اور عامیانہ ہے۔ خوب یہ قدر ہوئی ان کی لیاقت کی، اور ان کو اس شفقت کے بدلہ میں کہ انہوں نے مضمون کو ایسا سہل کر دیا کہ بات سمجھ میں آ گئی یہ خطابات عطا ہوئے۔

علوم درسیہ بغیر عمل کے علم کہلانے کے مستحق نہیں:

فرمایا......ہم تو علوم درسیہ مروجہ مدارس دینیہ کو بھی جبکہ وہ صرف الفاظ کے درجے میں ہوں اور عمل ساتھ نہ ہو، علم نہیں کہتے......اور ہم کیا خود حق تعالیٰ شانہ نے ایسے علماء کو جاہل فرمایا ہے، چناں چہ علماء یہود کی نسبت ارشاد ہے:

لو کانوا یعلمون......کاش کہ وہ علم رکھتے، یعنی وہ علم سے کورے ہیں۔

پس مراد علم سے وہ علم دین ہے جو خوف وخشیت کے ساتھ ہو (آداب المعاشرت)

☆☆☆

ٹرانس جینڈر قانون کے نتائج وعواقب

اس قانون کو کسی صورت قبول نہیں کیا جائے گا

بیان: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ و نومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذباللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلاھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان سیدنا محمدا عبدہ ورسولہ، صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ واصحابہٖ اجمعین.

اما بعد! فاعوذباللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم: اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ o وقال اللّٰہ تبارک وتعالی: وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ o صدق اللہ العظیم.

اللّٰھم صل علی محمدا وعلیٰ آل محمد کماصلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید، اللھم بارک علی محمد وعلیٰ اٰل محمد کمابارکت علی ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید

بزرگانِ محترم، معزز حاضرین، برادران اسلام، طلبائے عزیز السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ کے دو نظام: تکوینی اور تشریعی:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو نظام قائم کیے ہیں ایک تکوینی اور ایک تشریعی۔ تکوینی کا مطلب کائنات۔ تشریعی کا مطلب اللہ کی شریعت۔ کائنات جیسے زمین آسمان دریا، سمندر، نہریں، سورج، چاند ستارے، پہاڑ، درختوں کے جنگلات، انسان، جنات، حیوانات یہ تمام کائنات کہلاتی ہیں، اس کائنات کو اکیلے اللہ نے پیدا کیا ہے ان سب کا خالق و مالک، ان میں تصرف کرنے والا اور ان سب پر اختیار اور قدرت طاقت رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اَ لَا لَہُ الْخَلْق...... ان سب کو پیدا بھی اللہ نے کیا، ان سب کی نگرانی بھی اللہ کر رہے ہیں۔

دوسرا تشریعی نظام یعنی شریعت ہے، شریعت نام ہے حلال، حرام، جائز، ناجائز، فرض، واجب، سنت، مستحب کا؛

کہ کیا کام کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا، اوامر ونواہی......ان کو شریعت کہتے ہیں۔شریعت بھی اللہ نے اتاری ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر سے ہے، جس طرح ہم کسی انسان کو پیدا کرنے پر قادر نہیں اسی طرح ہم کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے پر قادر نہیں، اللہ نے اپنے تکوینی نظام میں جس کو گورا بنایا وہ گورا ہے جس کو کالا بنایا وہ کالا ہے۔کوئی یہ نہیں کہہ سکتا...... یا اللہ! تو نے مجھے کالا کیوں بنایا؟ اس کو گورا کیوں بنایا؟...... یہ اس کی مرضی ہے، کسی کا قد چھوٹا ہے کسی کا قد بڑا ہے۔گدھا یہ نہیں کہہ سکتا مجھے کتا کیوں نہیں بنایا، کتا یہ نہیں کہہ سکتا مجھے گدھا کیوں نہیں بنایا، جس کو اللہ نے چاہا بلی بنا دیا، مرغی بنا دیا، بکری بکرا گائے بھینس بنا دیا......جس کو اللہ نے جیسا چاہا ویسا بنا دیا۔

تخلیق بھی اللہ کی، حکم بھی اللہ کا:

اسی طرح اللہ نے کسی کو مرد بنایا کسی کو عورت بنایا۔مرد یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے مرد کیوں بنایا؟ عورت یہ نہیں کہہ سکتی کہ مجھے عورت کیوں بنایا؟۔یہ اس کی مرضی ہے، اس کی تخلیق ہے...... اَلَا لَـهُ الْـخَـلْـقُ! خبردار اسی کے لیے تخلیق ہے۔جس کو جیسا چاہے بنا دے، دریا یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے پہاڑ کیوں نہیں بنایا، پہاڑ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے دریا کیوں نہیں بنایا، آم کا درخت یہ نہیں کہہ سکتا مجھے سیب کا درخت کیوں نہیں بنایا، سیب کا درخت یہ نہیں کہہ سکتا مجھے آم کا کیوں نہیں بنایا، یہ اللہ کی مرضی ہے اس کو کائنات کہتے ہیں تکوینی نظام کہتے ہیں ۔ جسے چاہا سورج بنایا جسے چاہا چاند بنایا جسے چاہا ستارہ بنایا، جسے چاہا زمین کا فرش بنا دیا، جسے چاہا آسمان بنا دیا، اسی طرح شریعت کا نظام بھی اللہ کے اختیار، قدرت اور کنٹرول میں ہے کہ جس چیز کو چاہا حلال قرار دیا جس کو چاہا حرام قرار دے دیا۔ہم نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تو نے سور کو خنزیر کو حرام کیوں کیا اور بکرے کو حلال کیوں قرار دیا یہ اس کی مرضی ہے اس کا حکم ہے...... **الا له الخلق والامر**......!۔

اللہ کے نظام میں مداخلت بغاوت ہے:

تکوینی نظام بھی اللہ کی طرف سے ہے، تشریعی نظام بھی اللہ کی طرف سے ہے، جب یہ بات آپ نے سمجھ لی تو پھر یاد رکھئے اللہ کے تکوینی نظام میں مداخلت یہ بھی بغاوت ہے اور اللہ کے تشریعی نظام میں مداخلت...... یہ بھی بغاوت ہے، اور یہ بغاوت اور نافرمانی بھی اللہ کی ہے۔

ٹرانس جینڈر قانون الٰہی نظام کے خلاف بغاوت ہے:

اس تمہید کو اپنے ذہن میں رکھتے ہوئے آپ سمجھئے کہ 2018 میں اسلام آباد پاکستان کی پارلیمینٹ نے ٹرانس جینڈر کے نام سے ایک قانون منظور کیا۔یہ قانون اللہ تبارک وتعالیٰ کے تکوینی نظام کے خلاف بھی بغاوت ہے اور اللہ کے شریعت کے نظام کے خلاف بھی بغاوت ہے، یہ پاکستان میں بنا، اس ملک میں بنا جو اسلام کے نام پر بنا، اس

پارلیمینٹ میں بنا جس کی پیشانی پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے، جس کے باہر کی دیوار پر لا الله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه لکھا ہے۔ اس عمارت میں یہ قانون اسلام کے خلاف بنا، اس کلمہ کا مطلب یہ ہے کہ اندر جو بھی قانون بنے گا وہ اللہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق بنے گا اور اللہ اور پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف نہیں بنے گا، لیکن افسوس تو بہت چھوٹا لفظ ہے اس سے بڑا بھی کوئی لفظ ہو تو بولنا چاہیے کہ وہاں اندر بیٹھے ہوئے کافر نہیں مسلمان تھے۔ اکثریت میرے اور آپ سے ووٹ لے کر گئے تھے ہم نے ان کو اپنا نمائندہ بنایا تھا کہ وہ ہمارے جذبات کی ترجمانی کریں گے، ہمارے دین اور ہمارے عقیدے کا خیال رکھیں گے۔ کوئی ایسا قانون نہیں بنائیں گے جو اسلام کے خلاف ہو، لیکن انہوں نے اسلام کے خلاف قانون بنایا اس قانون کا نام ہے:......''ٹرانس جینڈر''۔

انگریزی زبان سے مرعوبیت کیوں؟:

آپ اس لفظ سے ہی سمجھ لیں کہ پاکستان کی اکثریت اردو بولتی ہے انہوں نے لفظ ہی ایسا رکھا تاکہ آپ کو سمجھ ہی نہ آئے، پتہ ہی نہ چلے کیا ہے؟۔ پہلی بات تو یہی سوچ لیں کہ پاکستان کی قومی اور سرکاری زبان اُردو ہے۔ عدالت عظمیٰ فیصلہ دے چکی ہے کہ پاکستان کے تمام سرکاری دفتروں میں جتنی بھی خط کتابت ہو؛ اردو میں ہونی چاہیے، کیوں کہ پاکستان کے اندر اکثر لوگ اردو جانتے ہیں، اردو بولتے ہیں، انگریزی نہیں جانتے، باوجود اس کے کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے، پاکستانی قوم کی زبان اردو ہے مگر اب تک ہمارے سرکاری دفتروں میں جتنے بھی کاغذ ہیں، فائلیں ہیں وہ سب انگریزی میں ہیں۔ ہم اپنی زبان چھوڑ گئے۔ یہ ہے ہماری غلامی اور انگریز سے مرعوبیت۔ پاکستان کو بنے پچھتر سال ہو چکے ہیں، آج تک ہم اپنی زبان کو اپنی عدالتوں میں دفتروں میں نہیں لا سکے۔ غیروں کے غلام ہیں۔ اس ایکٹ کا عنوان اگر اردو میں ہوتا تو بہت سے لوگ سمجھ جاتے تو انہوں نے انگریزی نام اس لیے رکھے تاکہ جو قانون بنائے وہ پاکستان کے لوگوں کو پتہ بھی نہ چلے، قانون ہمارے لیے بنا رہے ہیں، ہمیں پتہ بھی نہ چلے کہ اس کا نام رکھا ''ٹرانس جینڈر''۔

ٹرانس+جینڈر......کیا ہے؟

سمجھو!......ٹرانس کس کو کہتے ہیں؟......ٹرانس کا معنیٰ ہوتا ہے تبدیلی، چینج......تبدیل کرنا، آپ بسوں میں سفر کرتے ہیں گاڑیوں میں جہازوں میں کاروں میں سفر کرتے ہیں۔ عام طور پر کاروں پر بسوں پر ویگنوں پر یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ ٹرانس پورٹ وہ بھی اسی مادہ سے ہے کیوں کہ ٹرانسپورٹ کے ذریعہ سے بھی آپ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں۔ ٹرانسپورٹ......وہ بس آپ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر رہی ہے، تبدیل کر رہی ہے، ملتان سے

لاہور۔تو ٹرانس کا معنیٰ ہوتا ہے منتقل کرنا،تبدیل کرنا،اگر کسی کا تبادلہ ہوجائے تو اس کو کہتے ہیں ٹرانسفر ہوگیا کیوں ٹرانفسر ہوگیا۔ٹرانسفر مادہ ایک ہی ہے وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل ہوگیا۔آپ کے اور ہمارے سڑکوں پر محلوں میں ٹرانسفارمر لگے ہوئے ہیں اس کو ٹرانسفارمر کیوں کہتے ہیں؟ کیوں کہ بجلی واپڈا سے یہاں آتی ہے اور یہاں سے آگے پھر تاروں کے ذریعہ تبدیل ہوتی ہے،اس میں بجلی زیادہ آتی ہے آگے ضرورت کے مطابق کچھ اِدھر کچھ اُدھر جو لائنیں لگی ہوئی ہے اس میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ٹرانسفارمر گویا بجلی کا مرکز ہوا،آگے تبدیل ہوا،کیوں کہ ٹرانسفارمر سے تبدیل ہورہی ہے اس کو ٹرانسفارمر کہتے ہیں۔میں اگر اردو میں گفتگو کررہا ہوں اور اگر آپ چاہتے ہیں اس کو پنجابی میں سرائیکی میں یا عربی میں کوئی ہمیں سمجھائے تو اس کو کہتے ہیں ٹرانسلیشن،ٹرانسلیشن بھی اسی مادہ کا لفظ ہے کیوں کہ اس نے بھی گویا زبان کو بدل دیا،میری جو بات اردو میں تھی اس کو بدل کر آپ کو سرائیکی میں پشتو میں بلوچی میں سمجھایا۔تو ٹرانس کا معنیٰ ہوتا ہے تبدیلی اس مادہ کے جتنے بھی یہ الفاظ ہوں گے اس میں یہ تبدیلی کا مفہوم اور معنیٰ پایا جائے گا۔ٹرانسپورٹ،ٹرانسلیشن،ٹرانسفارمر،ٹرانسفر تمام میں یہ تبدیلی کا معنیٰ اور مفہوم پایا جائے گا۔

جینڈر کا کیا معنیٰ ہوتا ہے؟جینڈر کا معنیٰ ہوتا ہے جنس،جیسے میری اور آپ کی جنس کیا ہے جس جس کو یقین ہے وہ جواب دے دے جس کو شک ہے وہ جواب نہ دے،آپ کیا ہیں؟ آپ کی جنس کیا ہے؟ یقین ہے نا آپ کو کہ آپ مرد ہیں،اور ہمارے گھروں میں جو عورتیں ہیں ان کی جنس کیا ہے؟۔تو جینڈر کا معنیٰ ہے جنس،اب ٹرانس جینڈر کا معنیٰ کیا ہے؟ ٹرانس کا معنی تبدیلی جینڈر کا معنی جنس اب دونوں کو ملاؤ تو اس کا مطلب بنا''جنس کی تبدیلی''۔تو اب آپ کو اس لفظ سے سمجھ آگیا کہ یہ جو قانون ہے جس قانون کا نام ٹرانس جینڈر رکھا گیا اس قانون کا معنیٰ بنتا ہے''جنس کی تبدیلی کا قانون''۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی صرف دو جنسیں بنائی ہیں:

اللہ نے انسانوں میں دو جنسیں بنائی ہیں:(۱) نمبر ایک مذکر(۲) نمبر دو مونث۔یعنی مرد اور عورت۔

اللہ نے انسان دو طرح کے بنائے ہیں کچھ کو مرد بنایا کچھ کو عورت بنایا۔جس کو چاہا مرد بنایا جس کو چاہا عورت بنا دیا۔ یَخْلُقُ مَایَشَآءُ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَاءُ الذُّكُوْرَ وہ جس کو چاہتا ہے لڑکے دے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے لڑکیاں دے دیتا ہے،گویا وہ جس کو چاہتا ہے لڑکا بناتا ہے جس کو چاہتا ہے لڑکی بنا دیتا ہے۔تو جنسیں دو ہیں ایک مرد اور ایک عورت کوئی تیسری جنس نہیں ہے۔

یہ اس لیے کہا کہ اس بات کی اصلاح کردوں کہ ہیجڑا یہ کوئی جنس نہیں ہے۔یہ ہم لوگوں کی غلطی ہے،ہم اس کو تیسری جنس کہتے ہیں۔جنسیں صرف دو ہیں:ایک مرد اور ایک عورت،ہیجڑا،جس کو کھسرا بھی کہتے ہیں اور عربی میں خنثیٰ

کہتے ہیں۔ایک اور اصطلاح ''خواجہ سرا'' کی ہے، یہ جنس نہیں ہے۔جنسیں دو ہی ہیں: مرد یا عورت۔اس کو تیسری جنس کہنا غلط ہے۔ یہ درحقیقت معذور لوگ ہیں، جیسے ایک آدمی پیدائشی نابینا ہو تو کیا آپ اس کو الگ جنس کہیں گے؟۔آپ کہیں گے یہ معذور؛ ہے تو انسان ہی لیکن بے چارے کی آنکھیں نہیں ہیں، اگر کوئی پیدائشی بہرا ہے وہ انسان ہے لیکن آپ اس کو معذور کہیں گے، اگر وہ مرد ہے تو معذور مرد کہیں گے، اگر وہ بہری عورت ہے تو اس کو معذور عورت کہیں گے کہ بے چاری پیدائشی معذور ہے، اس کی قوت شنوائی نہیں ہے، یہ بہری ہے۔اسی طرح اگر کوئی گونگا ہے یا گونگی ہے وہ الگ جنس نہیں ہے وہ معذور ہے...... یہ پیدائشی معذور ہے، کہ یہ گونگا ہے یا گونگی ہے، کوئی لنگڑا ہے یہ الگ جنس نہیں ہے۔ یہ معذور مرد ہے تب بھی معذور کہلائے گا، عورت ہے تو تب بھی معذور کہلائے گی یہ الگ جنس نہیں ہے۔

خنثیٰ یا خواجہ سرا کوئی تیسری جنس نہیں:

میرے دوستو!...... یہ بات یاد رکھو اور سمجھ لو ہجڑا، خنثیٰ، خواجہ سرا...... یہ الگ جنس نہیں ہے اس کو جنس کہنا غلط ہے وہ مرد شمار ہوگا یا عورت شمار ہوگی، لیکن مرد جب قرار دیا جائے گا تب بھی معذور مرد قرار دیا جائے گا۔عورت ہے تو معذور عورت قرار دی جائے گی، کہ جس کے اندر فلاں قوت فلاں طاقت نہیں ہے، جس کے جسم کا فلاں حصہ یا فلاں عضو مکمل نہیں ہے۔اس کے بارے کہا جائے گا کہ یہ الگ جنس نہیں ہے، جیسے نابینا الگ جنس نہیں ہے، گونگا الگ جنس نہیں ہے، بہرا الگ جنس نہیں ہے، لنگڑا الگ جنس نہیں ہے بلکہ وہ معذور ہے، اس کے جسم کے کچھ حصے ناقص ہیں، نامکمل ہیں یا جسم کے کسی عضو سے وہ محروم ہے، وہ آنکھوں سے محروم ہے یا کانوں سے محروم یا بولنے سے محروم یا پاؤں چلنے سے محروم......تو اس کو معذور کہا جائے گا اس کو الگ جنس نہیں کہا جائے گا، اسی طرح یاد رکھو!...... جو ہجڑا ہوگا اس کو بھی معذور کہا جائے گا وہ الگ جنس نہیں ہے۔

پہلی غلطی حکومت کی اور لوگوں کی یہ ہے کہ وہ ان کو الگ جنس سمجھتے ہیں۔اللہ نے دو جنسیں ہی بنائی ہیں مرد اور عورت!۔اب انکے حقوق ہیں جیسے نابینا ہے حقوق ہیں، گونگے بہروں کے حقوق ہیں، اسی لیے ہمارے ملک میں نابینا لوگوں کے لیے باقاعدہ اسکول ہے ادارے ہیں جہاں نابینا پڑھتے ہیں، گونگے بہروں کے لیے اسکول ہے، انکے حقوق ہیں، کیوں کہ وہ انسان ہے، ان کو حق حاصل ہے جینے کا، اسی طرح جو معذور ہو جن کو آپ مخنث کہتے ہیں خواجہ سرا کہتے ہیں ہجڑا کہتے ہیں ان کے بھی حقوق ہیں۔ان کے حقوق سے کسی کو کوئی انکار نہیں۔ان کو جینے، رہنے، کھانے اور پینے کا حق ......ان کو پڑھنے، ملازمت کرنے، کاروبار کرنے کا حق حاصل ہے۔جس طرح ہم نابینے، لنگڑے لولے، معذور اور اپاہج کو برا نہیں کہہ سکتے......ہمیں شریعت قطعاً یہ حق نہیں دیتی کہ ہم کسی ہجڑے

اور مخنث کا مذاق اڑائیں یا اس کو برا کہیں۔ وہ بے چارہ معذور ہے، ان کے اپنے حقوق ہیں، معذوروں کی طرح، ان کو علاج کا حق ہے، تعلیم کا حق ہے، رہنے کا حق ہے، کام کرنے کا حق ہے، معاشرہ کو چاہیے کہ وہ ان کو بھی مانیں اور ان کے حق کا تحفظ کریں، روٹی کپڑا مکان ان کا بھی حق ہے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ جن کے پاس وسائل نہ ہوں وہ ان کے لیے روٹی کپڑا مکان کا انتظام کرے، لیکن ان کے حقوق کے نام پر تاثر یہ دیا گیا کہ ٹرانس جینڈر یہ وہ قانون ہے جس قانون کے ذریعے ہم ان کو تحفظ دینا چاہتے ہیں۔ خواجہ سراؤں کو ہجڑوں کو تو جب یہ کہا اس عنوان سے تو کسی کو اختلاف نہیں مگر اس عنوان کی آڑ میں شریعت کی بغاوت کا قانون پاس کر دیا گیا، عنوان یہ رکھا ٹائٹل یہ رکھا۔

ٹرانس جینڈر قانون مادر پدر آزادی کو تحفظ دیتا ہے:

یہ ایسے ہی ہے جیسے آپ کو کوئی کہے یہ میں آپ کو روح افزا کی بوتل دے رہا ہوں۔ بوتل پر ''شربت روح افزا'' بھی لکھا جائے، اس کا رنگ بھی سرخ روح افزا کی طرح کا ہو مگر اندر شراب ہو، شراب کو روح افزا کا شربت بنا کر بیچنا جرم ہے یا نہیں ہے؟۔ کہا جائے کہ بکرے کا گوشت مرغی کا گوشت آپ کو ہم دے رہے ہیں بڑی اچھی پیکنگ ہے، لکھا ہوا ہے دیسی مرغی کا گوشت، صحت مند تر و تازہ بکرے کا گوشت......عنوان یہ ہو مگر اندر خنزیر کا سور کا گوشت ہو۔ اسی طرح ''ٹرانس جینڈر'' عنوان میں کہا یہ گیا کہ یہ جو خواجہ سرا اور ہجڑے ہیں ان کے بھی تو حقوق ہیں، ان کے حقوق کے تحفظ کا بل ہے لیکن درحقیقت ان کے تحفظ کے بل کے نام پر بغاوت شریعت اور اللہ سے بغاوت کا قانون پارلیمنٹ سے مسلمان ممبروں سے پاس کروایا گیا۔ یہ قانون 'بغاوت' کس طرح ہے؟ وہ میں بتاتا ہوں عنوان یہ تھا تاثر یہ دیا گیا مگر اس کی آڑ میں چھپا کر پردے میں یہ کہا گیا کہ جنس کی تبدیلی کا حق دیا جا رہا ہے کہ جو چاہے وہ اپنے آپ کو مرد بنالے جو چاہے اپنے آپ کو عورت قرار دے دے۔

ٹرانس جینڈر قانون کے سقم اور نتائج و عواقب:

اب سمجھئے یہ قانون کیا بنا؟......قانون یہ بنایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص پیدائشی طور پر تو مرد ہے مگر یہ کہتا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے میری خواہش یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو مرد نہیں میں اپنے آپ کو عورت قرار دے دوں اور وہ جاتا ہے نادرا کے دفتر میں شناختی کارڈ آفس میں، وہ جا کر ملتان لاہور کراچی کسی بھی شہر جہاں شناختی کارڈ بنتے ہیں اس کے دفتر میں جا کر کہتا ہے کہ یہ میرا مرد والا شناختی کارڈ واپس لے لیں، میں مرد نہیں ہوں، میں تو عورت ہوں، مجھے آپ عورت والا شناختی کارڈ جاری کر دیں میرا نام شکیل تھا لیکن میں نے اپنا نام شکیلہ رکھ لیا ہے، اب مجھے شکیل کا شناختی کارڈ ختم کر کے شکیلہ نام کا میرا شناختی کارڈ جاری کر دیں اور شناختی کارڈ میں میرے آگے جنس میں مرد نہیں عورت لکھ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

دیں،اگر کوئی اپنی مرضی سے اپنی خواہش سے جب کہ حقیقت میں وہ مرد ہے اللہ نے اس کو مرد پیدا کیا ہے مگر وہ جا کر کہے کہ میں تو عورت ہوں حالانکہ وہ عورت نہیں ہے وہ مرد ہے تو شناختی کارڈ کا دفتر پابند ہے کہ جو وہ کہہ رہا ہے اس کے مطابق اس کا شناختی کارڈ جاری کرے۔

چناں چہ قانون یہ بنا کہ جو شخص جنس کی تبدیلی کرانا چاہے قانون اس کو حق دیتا ہے کہ وہ عورت ہے تو اپنے آپ کو مرد بنوالے،مرد ہے تو اپنے آپ کو عورت بنوالے،اس کا کوئی میڈیکل چیک اپ نہیں ہوگا۔یہ نہیں ہوگا کہ ڈاکٹر اس کا معائنہ کرے کہ یہ مرد ہے یا عورت ہے؟ نہیں......نہیں......بس جو اس نے کہہ دیا وہ بھلے حقیقت میں مرد ہے مگر وہ کہہ رہا ہے میں عورت ہوں تو وہ پابند ہو جائے گا کہ اس کو شناختی کارڈ عورت کا جاری کرے اور جنس کے خانے میں عورت لکھ دے اس کے بعد اس کو عورت شمار کیا جائے،ہے وہ مرد۔

اب آپ بتائیے کیا یہ جائز ہے؟ آپ بھی جتنا قرآن اور دین پڑھتے ہیں،اللہ نے مرد پیدا کیا ہو،اب آپ میں سے کوئی مرد کہے میں مرد نہیں ہوں،میں عورت ہوں یہ جائز ہے؟ حقیقی طور پر وہ مرد ہے،جعلی اور مصنوعی طور پر اپنے آپ کو عورت کہہ رہا ہے،تو یہ قانون بن گیا ہے کہ اس کو عورت مانا جائے گا مرد نہیں مانا جائے گا۔اللہ نے اسے جو بنایا ہے وہ نہیں مانا جائے گا جو یہ کہے گا وہ مانا جائے گا،انا للہ وانا الیہ راجعون!

......استغفر اللہ!......استغفر اللہ!......استغفر اللہ......!!۔

ٹرانس جینڈر قانون کی معاشرتی خرابیاں:

اب نتیجہ کیا نکلے گا؟ نقصان کیا ہوگا؟ جو شخص اپنی جنس اپنی خواہش سے جو اس کی پیدائشی جنس ہے وہ فطری جنس ہے جو اللہ نے اس کی جنس بنائی ہے وہ اس جنس کو قبول نہیں کر رہا ہے وہ اس سے بغاوت کر رہا ہے اور اپنی مرضی کی جنس لانا چاہ رہا ہے۔اس سے نقصان کیا ہوگا؟ جب ایک مرد نے اپنے لیے عورت کا شناختی کارڈ بنوالیا،ہے تو یہ حقیقت میں مرد مگر بن گیا عورت،تو جو جگہیں عورتوں کے لیے مخصوص ہوتی ہیں یہ وہاں جا سکتا ہے یا نہیں جا سکتا؟ کئی پارک ہوتے ہیں کہتے ہیں یہ عورتوں کے لیے ہیں یہاں مرد نہیں آسکتے۔ایئرپورٹوں پر،اسٹیشنوں پر،باتھ روم میں،ہوٹلوں میں مردوں عورتوں کے لیے الگ الگ جگہیں ہوتی ہیں،جب یہ مرد اپنے آپ کو عورت کہہ رہا ہے،شناختی کارڈ عورت کا ہے تو یہ مردوں والی جگہوں میں جا سکتا ہے کہ نہیں جا سکتا؟ یہ عورتوں والی جگہوں میں جائے گا،پارکوں میں جائے گا اور اسی طرح ان حمام،غسل خانوں،بیت الخلاؤں میں جو اصل میں مردوں کے لیے ہیں جو اصل میں عورتوں کے لیے ہیں یہ وہاں جا سکتا ہے وہاں اندر عورتیں ہوں گی یہ جائے گا جو حقیقت میں مرد ہے۔

خرابی کیا ہوئی؟ معاشرے میں کیا برائیاں پھیلیں گی؟ پھر آپ بتائیے جب ایک مرد نے اپنے آپ کو عورت

کہلوالیا شناختی کارڈ عورت کا بنوالیا اب یہ مرد بنا ہوا تو عورت ہے؛ تو یہ عورت ہونے کے دعوے کے ساتھ کسی مرد سے شادی کرسکتا ہے کہ نہیں کرسکتا؟۔ جب یہ مرد سے شادی کرے گا ہے تو حقیقت میں یہ بھی مرد کی مرد سے شادی ہوئی۔ کیا مرد کی مرد سے شادی شریعت میں؛ اسلام میں جائز ہے؟ یہ ہے مرد بنا ہوا عورت ہے جب عورت بنا ہوا ہے تو یہ شادی کسی مرد سے کرسکتا ہے۔ جب یہ عورت بن کر مرد سے شادی کرے گا یہ عورت کی شادی مرد سے حقیقت میں نہیں ہے۔ یہ حقیقت میں مرد کی مرد سے شادی ہے۔

ٹرانس جینڈر ایکٹ عذاب الٰہی کو دعوت دینے والا قانون ہے:

مرد جب کسی مرد سے جنسی تعلق، شہوت والا تعلق قائم کرے تو وہ لواطت کہلاتا ہے اور آپ نے قرآن مجید میں پڑھا ہے کہ ایسی قوم جو لوطی تھی اس پر سب سے زیادہ سخت عذاب آئے ہیں۔ اس قوم کے مرد مرد کے ساتھ بدفعلی کرتے تھے، اس کی وجہ سے جو عذاب آئے ہیں وہ سب سے سخت عذاب آئے ہیں۔ اس قوم لوط کا قرآن میں ذکر ہے، اس پر آسمان سے پانی نہیں پتھر برسے، اور پتھروں پر نام لکھا ہوا تھا کہ تو نے اس کو جا کر مارنا ہے۔

تو کیا پاکستان کے لوگوں پر تم چاہتے ہو کہ آسمان سے پتھر برسیں؟ جب آپ نے مرد کو عورت قرار دے دیا؛ اب یہ مرد سے شادی کرے گا جب مرد سے شادی کرے گا تو یہ مرد کی مرد سے شادی ہوگی عورت کی مرد سے شادی نہیں ہوگی، اب وہ ایک دوسرے سے شادی کر کے غلط کام کریں گے یہ لواطت ہوگی، اور لواطت پر اللہ کا عذاب آئے گا اور اتنا سخت عذاب کسی قوم پر اللہ کا نہیں آیا جو اس قوم پر اترا کہ اللہ نے فرشتے کو کہا ان کی بستیوں کو آسمان پر اٹھاؤ ان کے گھروں کو آسمانوں پر اٹھا کر دوبارہ زمین پر پٹخو، پھر ان پر آسمان سے پتھر برسائے گئے۔ ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔

یہ گویا عورت کی مرد سے نہیں بلکہ مرد کی مرد سے شادی ہوگی۔ اس کو کہتے ہیں ''ہم جنس پرستی'' ...... کہ مرد مرد سے بدفعلی کر رہا ہے۔ یہ قانون برطانیہ میں، امریکا میں، یورپ کے ملکوں میں تو بن گیا انہوں نے تو اس لیے یہ قانون بنایا کہ وہ لوگ آزاد ہیں، لیکن آج پاکستان میں بھی خواجہ سراؤں کے نام پر یہ ہم جنس پرستی کا قانون پاس کر دیا گیا۔

اس قانون کا ایک نقصان یہ ہے کہ جب یہ ہے مرد مگر عورت بنا ہوا ہے، تو اب بتایئے جب اس کا باپ مرے گا اس کی ماں مرے گی اس کو جو وراثت ملے گی وہ عورت والی ملے گی یا مرد والی ملے گی؟ ...... قانون کے مطابق عورت والی میراث ملے گی، شریعت کے مطابق مرد والی ملے گی کیونکہ اصل میں یہ مرد ہے، لیکن یہاں ملکی قانون چلے گا۔ تو آپ بتایئے جب یہ وراثت مرد والی نہیں عورت والی لے گا یہ بھی قرآن اور شریعت کے خلاف بغاوت ہوئی کہ نہیں ہوئی؟۔

مولویوں کے پاس آئے گا ایسا شخص شناختی کارڈ لے کر مجھے اپنے بنات کے مدرسے میں تعلیم النساء میں داخلہ دو

میں عورت ہوں۔لڑکیوں کے اسکول میں جائے گا،لڑکیوں کے کالج میں جائے گا،لڑکیوں کی یونیورسٹی میں جائے گا، لڑکیوں کے مدرسے میں جائے گا اور ملک کا قانون کہتا ہے اس کو عورت مانو داخلہ دو جبکہ ہے وہ مرد......اسی طرح اگر کوئی عورت ہے اللہ نے اس کو عورت بنایا ہے مگر وہ عورت کہتی ہے شناختی کارڈ کے دفتر میں جا کر میں عورت نہیں ہوں میرا دل چاہ رہا ہے میں اپنے آپ کو مرد کہلواؤں، میرا یہ شناختی کارڈ عورت والا واپس لو مجھے مرد والا بنا کر دو، میرا نام شکیلہ تھا میں نے اپنا نام شکیل رکھ دیا تو قانون یہ کہتا ہے کہ شناختی کارڈ کا دفتر پابند ہے کہ وہ اس کو مرد والا شناختی کارڈ جاری کرے حالانکہ وہ عورت ہے، اس کا کوئی معائنہ نہیں ہوگا، ڈاکٹر چیک نہیں کریں گے، ان کی رپورٹ پر فیصلہ نہیں ہوگا، اس عورت کے کہنے پر فیصلہ ہوگا جو یہ کہہ دے۔

تو آپ مجھے بتایئے اللہ نے تو اس کو عورت بنایا تھا یہ کہہ رہا ہے کہ میں مرد ہوں تو بتایئے کہ اللہ کے تکوینی اور تخلیقی قانون کے خلاف بغاوت ہوئی کہ نہ ہوئی؟ شریعت کے خلاف بھی بغاوت ہوئی کیونکہ عورت کے احکام اور ہیں اور مرد کے احکام اور ہیں وہ مرد جو عورت بن رہا تھا وہ اب کہے گا میں نے نماز بھی عورتوں والی پڑھنی ہے، سجدہ بھی عورتوں کی طرح کروں گا، اب یہ عورت ہے جو مرد بن رہی، یا ہے تو عورت مگر مرد بن گیا، اپنے آپ کو مرد کہلوا رہا ہے۔تو یہ مردوں کی جگہ میں جا سکتا ہے کہ نہیں جا سکتا؟ بولو...... جو مردوں کے لیے مخصوص جگہ تھی یہ وہاں جا سکتا ہے کہ نہیں جا سکتا؟ یہ آئے گا اسکول میں، کالج میں، یونیورسٹی میں جو لڑکوں کا ہوگا، آئے گا لڑکوں کے مدرسے میں، ہوگا عورت کہے گا میرا شناختی کارڈ دیکھو میں مرد ہوں مجھے داخلہ دو، قانون کہتا ہے داخلہ دو وہ مرد ہے، وہ کہے گا محلے کے لوگوں سے مجھے امام بناؤ میں مرد ہوں میں نماز پڑھاؤں گا، میرے پیچھے نماز پڑھو، اب آپ نماز مرد کے پیچھے پڑھ رہے ہیں یا عورت کے پیچھے پڑھ رہے ہیں؟۔

ٹرانس جینڈر قانون شریعت کی کھلی بغاوت ہے:

بتاؤ یہ قانون شریعت کے خلاف بغاوت ہوا کہ نہ ہوا؟ اور یہی جو مرد بنا ہوا ہے، ہے عورت جب یہ مرد بنا ہوا ہے تو اب یہ جب مرد اپنے آپ کو کہلوا رہا ہے تو یہ کسی عورت سے شادی کر سکتا ہے کہ نہیں کر سکتا؟ بولو مرد کی شادی اب جب یہ شادی کرے گا وہ مرد کی عورت سے شادی ہوگی یا عورت کی عورت سے ہوگی؟۔کیا عورت کی عورت سے شادی کی اسلام میں اجازت ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو مردوں جیسی شکل اور شباہت اختیار کریں۔ اب یہ مرد یا عورت، جب عورت نے اپنے آپ کو مرد منوایا، کہلوایا اور شناختی کارڈ بنوایا اب یہ شادی کرے گی مرد سے لیکن وہ مرد سے نہیں ہوگی اصل میں عورت سے ہوگی۔عورت کی عورت سے شادی ہوگی، ایک مرد ہے

عورت بنا ہوا ہے، ایک عورت ہے مرد بنا ہوا ہے تو مرد کی مرد سے شادی یا عورت کی عورت سے شادی ہم جنس کی۔ یہ ہمارے اسلام میں جائز نہیں ہے۔

جب ایک عورت اپنے آپ کو مرد کہلوا رہی ہے اور مرد کہلوا کر آپ کو کسی اور عورت سے شادی کرے گی تو پھر وہ حقیقت میں مرد کی عورت سے نہیں ہے، عورت کی عورت سے شادی ہے۔ اور یہ عورت جو مرد بنی ہوئی ہے، اسی عورت کا اگر باپ مر جائے اس کی والدہ مر جائے اب اس کو جو وراثت ملے گی بتاؤ وہ مرد والی ملے گی یا عورت والی ملے گی؟ شریعت کہتی ہے اس کو عورت والی ملے ملک کا قانون کہتا ہے مرد والی ملے تو آپ بتائیے اللہ کی شریعت کے خلاف بغاوت ہوئی کہ نہ ہوئی؟ یہ تو عورت تھی حصہ مرد کا لے لیا تو کسی کا حق تنگ کر دیا کہ نہیں اس کا تو کم بنتا تھا اس نے تو زیادہ لے لیا یہ قانون بنا ہے۔ ایک حصہ اس کا یہ ہے کہ کوئی زبان سے بس کہہ دے میں عورت ہوں وہ عورت جو مرد کہہ دے کہ میں مرد ہوں۔

ایک حصہ اس قانون کا یہ بھی ہے کہ اگر واقعۃً وہ عورت ہے لیکن وہ جا کر ہسپتال میں یہ کہتی ہے کہ میرا علاج کرو مجھے مرد بنا دو میرے وہ اعضا ختم کر دو جو عورت والے ہیں مرد والے اعضا مجھے لگا دو یا مرد کہے مجھے عورت بنا دو تو اس قانون کے مطابق یہ ہے کہ اللہ نے جو اس عورت پیدا کیا تھا یہ اپنی جنس بدلوا سکتا ہے۔ ایک ہے زبانی بدلوانا ایک ہے علاج کے ذریعے بدلوانا دونوں کی شریعت میں اجازت نہیں۔ مگر اس قانون نے کہا دونوں کی اجازت ہے۔ یہ ہے اللہ سے بغاوت، یہ ہے شریعت سے بغاوت اور یہ قانون پاکستان میں بنے ہوئے چار سال ہو گئے۔ اب تک تیس ہزار ایسے پاکستانی مسلمان نعوذ باللہ ہیں جنہوں نے اپنی جنس بدلوالی ہے...... مرد سے عورت یا عورت سے مرد بن گئے ہیں۔ دنیا میں بھی لعنت ہے، قبر میں بھی اور آخرت میں بھی لعنت ہے۔

ٹرانس جینڈر قانون ہمارے ایمان، عقیدے، نظریے، اور خاندانی نظام کی تباہی کا عنوان ہے:

یہ اس ملک میں قانون بنا جو ملک اسلام کے نام پر بنا ہے، جس کی پارلیمنٹ پر کلمۂ طیبہ لکھا ہوا ہے۔ جہاں پر قانون اسلام کے مطابق بننا ہے۔ ہم جنس پرستی مرد مرد سے عورت عورت سے جنسی تعلقات شادی یا بغیر شادی کے قائم کرے یہ کافروں کے ہاں تو قانون بن چکے ہیں اقوامِ متحدہ نے اس کو انسانی حق مانا ہوا ہے لیکن شریعت میں تو یہ انسان کا حق نہیں ہے اور شریعت میں تو اس کی کوئی اجازت نہیں ہے۔ مگر وہ چاہتے ہیں کہ جو ہمارے ملکوں میں قانون بنا وہ ہم مسلمان ملکوں میں بھی بنوائیں تاکہ بے حیائی، فحاشی، عریانی، بے راہ روی، گند، غلاظت یہاں پر بھی آجائے۔

ہمارا وراثت کا قانون، ہمارا عبادت کا قانون، ہمارے عقیدے اور نظریے کا قانون، ہمارا خاندانی نظام، ہمارے معاشرے یہ تباہ و برباد ہو جائیں۔ جب ایک عورت مرد بن کر اپنے آپ کو مرد کہلوا کر کسی عورت سے شادی

کرے گی تو یہ عورت کی عورت سے شادی ہوئی، تو اس سے بے حیائی پھیلے گی۔ فحاشی پھیلے گی۔ اس سے اولاد نہیں ہوگی، نسل نہیں چلے گی۔ اس قانون نے ہمارا عقیدہ اور دین بھی برباد کیا، ہماری جان کو بھی خطرے میں ڈالا، اس لیے کہ جو عورت مرد یا مرد عورت اس کا جسم بھی پھر بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ مال وراثت کے اعتبار سے خطرے میں چلا گیا، نسل خطرے میں چلی گئی، جب عورت عورت سے شادی کرے گی، مرد مرد سے شادی کرے گا تو بتائیں اس سے اولاد نسل پیدا ہوگی؟ ایک عورت اپنے آپ کو مرد کہلوا لیتی ہے۔ اب جب مرد ہو گئی تو اب وہ عورت سے شادی کرے تو حقیقت میں تو یہ عورت ہے عورت کی عورت سے شادی ہوئی بتاؤ نسل ہوگی؟۔

کافر اللہ کے باغی تو ہیں ہی، وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی اللہ کے باغی بن جائیں:

یہ ہے وہ قانون جو آپ کے ملک میں بنا ہے باہر کا دباؤ ہے۔ کافروں کا دباؤ، وہ خود تو دین سے آزاد ہو گئے، انہوں نے تو اپنے آپ کو دین سے لاتعلق کر دیا، اپنے پیدا کرنے والے کے حکم اور قانون سے اپنے آپ کو دور لے گئے، وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی اللہ کے باغی بن جائیں، یہ بھی فطرت کے خلاف بغاوت کریں، یہ بھی اللہ اور رسول کے قانون کے خلاف بغاوت کریں، ان کے معاشرے اور خاندان تو تباہ ہو گئے برباد ہو گئے وہاں تو کسی کو پتا ہی نہیں میرا باپ کون ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان ملکوں میں بھی ایسا ہو جائے۔

ہمیں شریعت سے بغاوت پر مبنی یہ قانون قطعاً منظور نہیں:

بدقسمتی ہماری حکومتوں کی ہے، یہ قانون جو اپریل 2018ء میں اسلام آباد کی قومی اسمبلی میں بنا ہے اس قانون کا بل پیش کیا پیپلز پارٹی کے لوگوں نے اور تائید کی ہے مسلم لیگ نون نے اور پی ٹی آئی نے۔ صرف جمعیت علمائے اسلام اور جماعت اسلامی نے اس کی مخالفت کی ہے۔ باقی یہ تینوں جو ملک کی بڑی پارٹیاں ہیں انہوں نے قانون پاس کیا ہے؛ ووٹ دیا ہے اس کے حق میں ...... اب آپ مجھے بتائیں کہ آپ کا اور میرا فرض کیا بنتا ہے؟ ہم نے اس قانون کو قبول کرنا ہے؟ جو کہتا ہے ہم نے اس قانون کو جو اللہ سے بغاوت، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت، شریعت سے بغاوت اور عقل کے بھی خلاف اور فطرت کے بھی خلاف ہے ہم اس قانون کو نہیں مانیں گے کبھی نہیں مانیں گے مسترد کرتے ہیں۔ نامنظور، نامنظور، نامنظور، نامنظور شریعت کے خلاف قانون، اللہ سے بغاوت کا قانون، حضور علیہ السلام کے دین کے خلاف قانون، فطرت اور قدرت کے خلاف قانون...... نامنظور۔

اے اللہ ہم اس قانون سے بری ہیں:

اے اللہ!...... ہم اس سے بری ہیں۔ ہمارا اس قانون سے اور قانون بنانے والوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حدیث میں آتا ہے ایک بستی پر عذاب آیا جب اللہ نے عذاب والے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس بستی کو تباہ و برباد کردو تو فرشتوں نے کہا کہ اے اللہ اس میں ایک بندہ ایسا بھی ہے جس نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی، وہ آپ کا ایک تابع دار، فرماں بردار بندہ ہے۔ کیا اس عذاب میں ہم اس کو تباہ کردیں برباد کردیں ختم کردیں؟ تو اللہ نے فرمایا اس کو بھی ختم کردو۔ فرشتوں نے کہا اے اللہ وہ تو آپ کا تابع دار ہے؟ اس نے تو کبھی آنکھ جھپکنے کے برابر معمولی بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔ اللہ نے فرمایا اس نے تو نہیں کی مگر اس بستی میں جب میرے نافرمانی ہو رہی تھی تو اس نے کبھی اس کو برا بھی نہیں سمجھا۔ اس کے چہرے کا رنگ بھی نہیں بدلا۔ وہ چپ رہا، وہ خاموش رہا، اس نے اس برائی کو روکنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ لہٰذا اس کی نمازیں اس کے کام نہیں آئیں گی۔ اس کو چاہیے تھا کہ وہ روکتا، وہ نفرت کا اظہار کرتا، وہ اس برائی کو برائی کہتا اس کے تو چہرے کا رنگ بھی نہیں بدلا۔ تو خدانخواستہ کہیں ہم اس کی زد میں نہ آجائیں کہ یہ قانون بنے اور ہمیں ذرہ برابر ڈر نہ لگے۔

ہمارے کرنے کا کام: عوامی سطح پر شعور بیدار کریں:

کیا ہمارا کام ختم ہوگیا ہے؟ بس اتنا کافی ہے؟ کیا ہماری اس سے آگے طاقت نہیں ہے؟ اس سے آگے مجھے اور آپ کو کیا کرنا ہے؟ اس سے آگے میرا اور آپ کا کام ختم نہیں ہوگیا۔ ہمارا کام یہ ہے کہ آج جن لوگوں کو میں نے یہ بات سمجھائی ہے وہ دوسرے لوگوں کو بتائیں، آپ اپنی دکان پر، آپ اپنے دفتر میں، اپنی فیکٹری اور کارخانے میں، اپنے گھر میں، بازار میں، جہاں جہاں بھی آپ اپنے دوست اور احباب کی مجلس میں بیٹھیں ان کو بتائیں اور ان کو آگے پہنچائیں اس بات کو کہ یہ پاکستان میں اسلام کے خلاف قانون بنا ہے ہم نے اس قانون کو کبھی قبول نہیں کرنا، ہم نے اس قانون کے خلاف جدوجہد کرنی ہے کہ اس قانون کو واپس لیا جائے ختم کیا جائے۔

آپ کی آواز سوشل میڈیا پر آسکتی ہے۔ اخبارات میں آسکتی ہے، کوئی میڈیا سے تعلق رکھتا ہے، موبائل تو ہر ایک کے پاس ہے، آپ اپنے موبائل پر میسج اور پیغام عام کریں کہ یہ ٹرانس جینڈر کے نام سے جنس کی تبدیلی کے نام سے شریعت کے خلاف پاکستان کے دستور کے خلاف یہ پاکستان کے آئین کے بھی خلاف ہے، پاکستان کا آئین بھی اس کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ پاکستان کا آئین کہتا ہے کہ کوئی قانون یہاں اسلام کے خلاف نہیں بن سکتا، تو آپ پوری دنیا میں اس بات کو عام کریں کہ ہم اس قانون کو نہیں مانیں گے۔ یہ قرآن کے خلاف ہے، شریعت کے خلاف ہے، ہمارے پاکستان کے دستور اور آئین کے بھی خلاف ہے، آپ اس کو میڈیا کے ذریعے، اپنی مجلسوں میں، اپنی گفتگو میں، اپنی محفلوں میں، اپنی دکانوں پر، ہر جگہ پر اس کی نفرت پیدا کرو اور سب کے خلاف کہو نامنظور اپنے

بازاروں میں بینر لکھ کر لگاؤ، اپنی دکانوں کے باہر لگاؤ، ٹرانس جینڈر شریعت کے خلاف پاکستان کے آئین کے خلاف قانون نامنظور نامنظور۔

یہ کہ کہو کہ اے اللہ میری دکان کو میرے بازار کو میرے خاندان، میرے گھر کو اس قانون کی وجہ سے جو تیری ناراضگی ہو عذاب آئے مجھے محفوظ رکھنا میں جو کر سکتا ہوں وہ میں کر رہا ہوں۔ لگاؤ گے؟ کتنے کا بینر آ جائے گا؟ پانچ سو کا، ہزار کا، تین سو کا اپنے بازاروں میں لگاؤ نامنظور، چوکوں پر لگاؤ، دکانوں کے باہر لگاؤ، محلوں میں لگاؤ، یہ قانون نامنظور!۔

اپنے حلقوں کے ممبران اسمبلی سے دوٹوک بات کریں:

اس کے بعد اگلا قدم یہ ہے کہ آپ سے لوگ ووٹ مانگنے آتے ہیں آپ کے حلقے میں نہیں تو آپ ان حلقوں میں چلے جائیں پھیل جائیں وہاں لوگوں کو کہیں جو آپ سے ووٹ مانگنے آتے ہیں وہ یا پیپلز پارٹی کے لوگ ہیں یا مسلم لیگ کے لوگ ہیں یا پی ٹی آئی کے لوگ ہیں یا کوئی آزاد بھی ہو اس کو کہو کہ پہلے تو اس قانون کو بنانے میں اگر شریک رہا ہے تو معافی مانگ، پورے محلے کے سامنے معافی مانگ، اللہ سے توبہ کر، سب کے سامنے کہنا اس کی معافی مانگتا ہوں مجھ سے غلطی ہوئی ہے مجھے پتا نہیں چلا تھا، معافی مانگو، پھر اس سے کہو کہ اب یہ اعلان کرو سب کے سامنے کہ میں اس قانون کو ختم کرانے کی کوشش کروں گا، میں اپنی پارٹی نہیں اللہ کا وفادار ہوں، میں اسمبلی چھوڑ سکتا ہوں اللہ کے قرآن کو نہیں چھوڑ سکتا یہ کام بھی کوئی مشکل ہے یا آسان ہے؟ آگے جب الیکشن آئیں گے اس وقت بھی یاد رکھو اور اب جو الیکشن ہو رہے ہیں اس میں بھی یاد رکھو۔

ایک کام یہ کرنے کا ہے کہ کون آپ کے حلقے کا ایم این اے ہے اس ایم این اے سے جا کر کہو، ایم این اے کے پاس گروپوں کی شکل میں جاؤ ٹیلیفون کرو کہ یہ قانون بنا، تم ایم این اے تھے اور تم نے اس کو پاس کیا اس پر معافی مانگو اللہ سے بھی ہم سے بھی معافی مانگو، ہم نے تمہیں ووٹ اس لیے نہیں دیا تھا کہ تم ہمارے عقیدے کے خلاف جا کر قانون پاس کرو، ان کو کہو کہ اس پر اللہ سے معافی مانگو، توبہ کرو اپنے حلقے کے عوام سے معافی مانگو اور اس قانون کو تبدیل کرواؤ، اپنی پارٹی سے کہو کہ میں اس قانون کو نہیں مانتا میں اس قانون کے خلاف ہوں، اس کی ترمیم لاؤ اسمبلی میں اور پیش کرو اور کہو اس قانون کو ختم کیا جائے ورنہ آج کے بعد ہمارے پاس ووٹ مانگنے نہ آنا۔

قانون اسمبلی میں بنا، اسمبلی سے ہی ختم ہونا چاہیے:

ہاں!...... یہ کام آپ نے کس کے لیے کرنا ہے؟ اللہ کے لیے کرنا ہے۔ آپ نے اپنے عقیدے اور اپنی آخرت

کے لیے کرنا ہے، میرے اوپر کوئی احسان نہیں ہوگا آپ کا۔ یہ میرا بھی فرض ہے آپ کا بھی فرض ہے۔ میں ایک اور بات کہہ دوں بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس کو شرعی عدالت میں چیلنج کر دیا جائے اور شرعی عدالت کے ذریعے کیونکہ یہ شریعت خلاف ہے تو ملک میں جو شرعی عدالت ہے اس کو ختم کرا دیا جائے۔ میں کہتا ہوں یہ درحقیقت اس قانون کو بچانے کی سازش ہے۔ کیا اسمبلی ختم ہوگئی ہے؟ کیا پارلیمنٹ اب موجود نہیں ہے؟ بتاؤ موجود ہے؟ تو اس میں قانون لا کر دوبارہ اس میں بل نہیں لایا جا سکتا؟ کہ ہم اس کو ختم کرتے ہیں۔ یہ اگلے دن ہی ہو سکتا ہے، شرعی عدالت کا حوالہ اس کو لٹکانا ہے، شرعی عدالت تو کئی کئی سال فیصلے نہیں کرتی اس کے جج مکمل نہیں ہیں۔

یہ وقتی طور پر ردعمل کو ٹھنڈا کر کے قانون کو باقی رکھنے والی بات ہے کس نے تمہارے ہاتھ باندھے ہیں اور تمہیں روکا ہے کہ تم کل اس کو اسمبلی میں پیش کرو کیونکہ قومی اسمبلی ختم تو نہیں ہوگئی، موجود ہے پارلیمنٹ موجود ہے جب یہ قانون بنایا جا سکتا ہے تو ختم بھی کیا جا سکتا ہے، یہاں تو منٹوں میں قانون بنتے ہیں اور ختم ہوتے ہیں تو اس لیے یہ کہنا کہ اس کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کر دیا جائے یا کر دیا گیا ہے اس کے فیصلے کا انتظار کیا جائے یہ درحقیقت اس قانون کو تحفظ دینے کی سازش ہے، یہ تحفظ دینے کی کوشش ہے۔ پارلیمنٹ موجود ہے جو لوگ اسمبلیوں میں موجود ہیں وہ پارلیمنٹ کے ذریعے بنایا ہے پارلیمنٹ کے ذریعے ختم کریں آپ اس کی بھی تائید کرتے ہیں کہ نہیں کرتے؟ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ نہیں آ رہی؟ ہمارا دین پہلے ہے باقی سب چیزیں بعد میں ہیں اللہ مجھے اور آپ کو دین پر مرنا اور جینا نصیب فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!۔☆

----------☆---------------☆------------------☆--------

ظاہر و باطن میں صحیح اسلام نافذ کریں

یاد رکھو اور گوش ہوش سے سنو!...... جب تک صحیح اسلام نہیں لایا جائے گا؛ نہ تو رشوتیں ختم ہوں گی، نہ قارونی حرص ختم ہوگی، نہ ہوس اقتدار ختم ہوگی، نہ عدالتوں میں انصاف ملے گا، نہ جان محفوظ ہوگی، نہ مال محفوظ ہوگا ، نہ آبرو محفوظ ہوگی، نہ قلب کا سکون میسر ہوگا، نہ زندگی میں آرام نصیب ہوگا۔ یہ سب نعمتیں اسلام کی بدولت نصیب ہوتی ہیں، لیکن یاد رکھو کہ زبان کا اسلام نہیں، نام کا اسلام نہیں بلکہ ظاہر و باطن میں اسلام کی ضرورت ہے تا کہ نہ حق تعالیٰ کے حقوق میں تقصیر ہو نہ بندوں کے حقوق میں تقصیر ہو۔ (فرمودہ: **محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ**، بینات: فروری: ۲۰۲۰ء)

ششماہی امتحانات سالانہ امتحان کا پیش خیمہ ہیں

قائد وفاق حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری دامت برکاتہم کا طلبہ کرام سے خطاب

مرتب: مولانا مفتی شکیل احمد

جامعہ محمدیہ اسلام آباد

۲۲ نومبر 2022ء منگل کو بعد نماز عصر جامعہ محمدیہ F6/4 اسلام آباد کی جامع مسجد امدادیہ میں ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری دامت برکاتہم العالیہ نے طلباء سے مفید، مختصر اور پرمغز خطاب فرمایا، اور اپنے زریں خیالات سے نوازا، جس کا خلاصہ قارئین کے لیے پیش ہے۔

طلبہ امتحان کے لیے خوب محنت کریں:

(حمد و صلوٰۃ کے بعد) عزیز طلبہ! اس وقت آپ کے جامعہ محمدیہ میں اور تقریباً پورے پاکستان میں ششماہی امتحان چل رہے ہیں، یاد رکھیں! سہ ماہی اور ششماہی امتحان...... یہ سالانہ امتحان کی تیاری کیلئے ہوتے ہیں، ششماہی امتحان کے بعد اگرچہ کہنے کو تو تین ماہ ہیں، لیکن جمعہ کے ایام کو نکال کر صرف دو ماہ ہی بچتے ہیں، آپ امتحان میں خوب محنت کریں، آپ ہی ہمارا مستقبل ہیں۔

علماء تیزی سے اٹھتے جا رہے ہیں:

آپ دیکھیں کہ ایک ہفتہ کے اندر تین جلیل القدر علماء دنیا سے رَخت سفر باندھ کر آخرت کو روانہ ہوگئے۔ ہمارے خیر المدارس ملتان کے استاذِ حدیث مولانا خورشید احمد صاحبؒ، ان کے بعد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانیؒ اور ان کے بعد جامعہ عمر بن خطاب ملتان کے شیخ الحدیث مولانا کریم بخش صاحبؒ رخصت ہوگئے۔ علماء بہت تیزی سے اٹھتے جا رہے ہیں جو قربِ قیامت کی علامات میں سے ہے، بخاری شریف، کتاب العلم میں امام بخاری نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا" قَالَ الْفِرَبْرِيُّ: حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامٍ نَحْوَهُ (رقم الحدیث:100)

یعنی اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح تو ختم نہیں فرمائیں گے کہ علم کو ان کے سینے سے نکال لیں، کیونکہ اس میں تو علماء کی توہین ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ یہ صورت، کسی صورت اختیار نہیں فرمائیں گے، لیکن علماء کرام کو وفات دے کر علم کو ختم فرمائیں گے، اور اب یہ صورت کھلی آنکھوں نظر آ رہی ہے، علماء کرام کے اس خلا کو مستقبل میں آپ نے ہی پر کرنا ہے، اور یہ خلا تب پُر ہوگا جب آپ کے علم میں گہرائی اور گیرائی ہوگی، اور اپنے علم پر پختہ عمل ہوگا۔

مسابقات حفظ میں وفاق کا نادر طریقہ:

علم میں پختگی کیلئے ہم پاکستان بھر میں،، مسابقات،، کرار ہے ہیں، آج پورے پاکستان میں،، مسابقہ کامل الحفظ،، کا انعقاد کیا ہے، تاکہ قرآن کریم کے حفظ کی پختگی میں جو انحطاط آ رہا ہے اس کمی کو پورا کیا جا سکے، کراچی سے پشاور، کوئٹہ سے گلگت تک 3600 طلبہ اس میں حصہ لے رہے ہیں، اور ہر طالب علم سے تین سوالات پوچھے جاتے ہیں، اس اعتبار سے وفاق المدارس العربیہ نے 10000 سے زائد سوالات مرتب کئے، ایک شہر کے حفاظ کرام کے ممتحن دوسرے شہر کے ہوتے ہیں، طلباء کرام ممتحن کو نہیں جانتے اور ممتحن طلباء کرام کو نہیں جانتے، ممتحن حضرات کو امتحان سے ایک لمحہ پہلے تک معلوم نہیں کہ ہم نے کون سے سوالات پوچھنے ہیں، جب طالب علم امتحان کیلئے تیار بیٹھ جاتا ہے تو وفاق المدارس العربیہ کے طرف سے دیا گیا لفافہ کھلتا ہے، اور اس میں موجود تین سوال طالب علم سے پوچھے جاتے ہیں، پہلے دس پاروں سے 15 لائنیں، دوسرے دس پاروں سے 10 لائنیں اور آخری دس پاروں سے 8 لائنیں سنی جاتی ہیں، جن کی جگہ کا تعین اس لفافے میں ہوتا ہے اور لفافے ٹیبل پہ رکھ دئے جاتے ہیں، طالب علم خود اپنی مرضی سے اپنے لئے لفافہ اٹھا کر ممتحن کو دیتا ہے۔ آئندہ ہمارا ارادہ،، مسابقہ حفظ الحدیث،، کا ہے، کہ کس کو کتنی اور کس طرح احادیث یاد ہیں۔ دیگر مسابقے بھی ان شاء اللہ منعقد ہوں گے۔

چھٹیوں کو کارآمد بنائیں:

آپ کو چھٹیاں ہو رہی ہیں، آپ اسٹیشنز پہ اور سفر کے دوران نمازوں کا اہتمام کریں، نماز قضاء نہ ہو۔ راستے میں، گاڑی میں اگر گانے لگے ہوں تو آپ ڈرائیور کو آرام اور محبت سے انہیں بند کرنے کا کہیں، اگر وہ بند نہ کریں تو آپ ان سے جھگڑا نہ کریں، بلکہ اپنی نشست پہ بیٹھ کے ذکر، تلاوت اور مطالعہ شروع کر دیں، یہ دور سختی کا نہیں بلکہ محبت اور پیار کا ہے۔ گھر پہنچ کر اپنی یہ دینی ہیئت تبدیل نہ کر دینا، ٹوپی اور پگڑی اتار نہ دینا، آپ ہی دین کے نمائندے ہیں، مسنون ہیئت اور لباس اختیار کریں، غیر شرعی لباس اور اخلاق وعادات سے اجتناب کریں کہ جن سے دین بدنام ہو۔ اپنے والدین کی خوب خدمت کریں تاکہ والدین خوش ہوں اور دعائیں دیں اور سوچیں کہ ہم

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

نے اپنے بچے کیلئے درست لائن کا انتخاب کیا ہے۔آپ نے جو کچھ مدرسہ میں سیکھا اسے اپنے بھائی بہنوں کو بھی سکھائیں تاکہ ان کو بھی فائدہ ہو۔

موبائل کا استعمال صرف ضرورت کیلئے کریں،فضول استعمال نہ کریں،یہ طلباء کرام کیلئے زہر قاتل ہے،ابھی آپ چھٹیوں میں گھر جا رہے ہیں،اسے گھر ہی چھوڑ کر آئیں تاکہ یکسوئی سے سالانہ امتحان کی تیاری کر سکیں۔

اکابر کے مسلک ومشرب کو اپنی ذات میں جذب کریں:

اپنے اکابر کی کتابیں پڑھیں،ہم اہلسنت والجماعت ہیں،اس سلسلہ میں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''علماءِ دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج،، ہے،اس کا مطالعہ کریں۔ہم اس کو وفاق المدارس العربیہ کے نصاب میں بطور مطالعہ کے شامل کر رہے ہیں،تاکہ طلبہ کرام کو معلوم ہو سکے کہ دیوبندیت کوئی فرقہ،نیا مسلک اور کوئی خود ساختہ مکتب فکر نہیں بلکہ چودہ سو سال سے ''ما اَنا علیہ واصحابی'' اور اہلسنت والجماعت کے بابرکت سلسلے کا تسلسل ہے۔

اکابر کی سوانح حیات کا مطالعہ کریں:

ان چھٹیوں کو قیمتی بنائیں،مولانا محمد اِدریس کاندھلوی رحمہ اللہ کی تین جلدوں میں،،سیرۃ المصطفی،،کا مطالعہ کریں،جو سیرت پہ لاجواب کتاب ہے اور معلومات افزا ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سوانح عمریوں کا مطالعہ کریں،مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی ''حیاۃ الصحابہ'' کا مطالعہ اہم ہے،اپنے اکابر کی سوانح کا مطالعہ کریں،حضرت مدنی رحمہ اللہ کی خودنوشت سوانح حیات ''نقشِ دوام'' کا مطالعہ کریں،علامہ اَنور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی سوانح ''حیاتِ انور'' یا علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی ادیبانہ رنگ میں لکھی ہوئی عربی تصنیف ''نفحۃ العنبر فی حیاۃ الشیخ الانور'' کا مطالعہ کریں،حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی سوانح حیات ''اشرف السوانح'' کا مطالعہ فرمائیں،شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی ''آپ بیتی'' بہت مفید ہے،حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی،،خیر السوانح،،اور دیگر اکابر کی جو سوانح حیات آسانی سے میسر آجائیں،ان کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔اللہ ہمیں مرتے دم تک اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کی توفیق نصیب فرمائیں......آمین!۔

مقبول شخصیتوں کی ناقابل قبول باتیں

مولانا بدرالحسن القاسمی (کویت)

علماء حق کی شناخت یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ خود صحیح راہ پر چلتے ہیں؛ بلکہ وہ دوسروں کی غلطیوں کی بھی نشاندہی کرتے ہیں اور ناپختہ کاروں، فکری بے اعتدالی کے شکار لوگوں اور شدت پسندی اور غلو میں مبتلا افراد کی وجہ سے شریعت کی متوازن تشریح میں جو خلل پیدا ہوتا ہے اس کی نشاندہی کرتے ہیں اور اس طرح دینی فکر کو نکھارنے کا عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

یحمل هذا العلم من كل خلف عدوله، ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتأويل الجاهلين ۔(أخرجه الخطيب في شرف أصحاب الحديث وابن عدي في الكامل:١٥٣،عن علي وابن عمر وأبي هريرة وأبي أمامة الباهلي)

”اس علم کو ہمیشہ قابل اعتماد لوگ منتقل کرتے رہیں گے جو اس کو انتہا پسندوں کی تحریف، اہل باطل کی افترا پردازی اور جاہلوں کی تاویل سے بچاتے رہیں گے۔“

اس طرح شرعی نصوص کی حفاظت کی ضمانت تو خود باری تعالیٰ نے لے رکھی ہے اور معنوی حفاظت کی ذمہ داری علمائے دین کے سپرد کی گئی ہے، جو ہمیشہ اس فریضہ کو انجام دیتے رہے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ قائم رہے گا۔

علمی کمال رکھنے والے اور مشہور ونامور لوگوں سے بھی بعض مسائل میں غلطی ہو جایا کرتی ہے یا وہ اپنی کوشش کے باوجود صحیح نتیجے تک نہیں پہنچ پاتے۔

اب بعد میں آنے والوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ جس طرح انہوں نے اپنے پیش رو ائمہ اور فقہاء کی رائے سے اختلاف کیا ہے، اسی طرح ان کے بھی افکار ونظریات کا ناقدانہ جائزہ لیا جائے، اور غلطیوں کی نشاندہی کی جائے؛ تاکہ آنے والی نسلیں کسی غلطی یا غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں۔

بعض پڑھے لکھے لوگ بھی جو دینی مدارس کے سند یافتہ ہیں کچھ شخصیتوں کی عقیدت میں اس طرح مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ان کے بارے میں کسی صحیح تنقید کو بھی گوارا کرنے کا مزاج نہیں رکھتے اور ”اذکروا محاسن موتاکم“ کو دوسروں پر پابندی عائد کرنے کی بنیاد سمجھتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ اگر مرنے والے کی علمی غلطیوں پر سکوت اختیار کیا جائے

تو بہت سے آنے والے ان غلطیوں کا شکار ہوتے رہیں گے۔

برے اوصاف کے ساتھ تو کسی زندہ کا ذکر بھی صحیح نہیں ہے تو مُردوں کی برائی سے تو اور پرہیز کرنا چاہیے؛ لیکن فکر ونظر کی غلطی اور فقہی مسائل میں غلطی فہمی اس زمرہ میں نہیں آتی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک شخص کا جنازہ گزرا، لوگ اس کی تعریف کرنے لگے، تو آپ نے فرمایا: ''وجبت''، یعنی اس کے لیے فال نیک ہے اور وہ شخص جنت کا مستحق ہے۔

ایک دوسرا جنازہ گزرا جس کا لوگ برائی کے ساتھ ذکر کرنے لگے؛ تو آپ نے فرمایا ''وجبــــت'' اس کا انجام اچھا نہیں معلوم ہوتا؛ تو آپ نے زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھ کر پیش گوئی فرمائی۔

علمی مسائل کی دنیا اس سے الگ ہے وہاں دلائل سے کوئی بات ثابت کی جاتی ہے اور ان کے بارے میں بحث و مناقشہ کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا اور دانستہ ان کی غلطیوں پر سکوت اختیار کرنا بھی نہیں چاہیے؛ البتہ مقصد محض مسئلہ کی وضاحت ہو کسی کی تنقیص نہ ہو اور نہ اپنی بڑائی کا اظہار۔

اب اگر کوئی نامور شخصیت گزر جاتی ہے تو اس کے اچھے کارناموں اور اس کے علمی وعملی کمالات کا ذکر دوسروں کے لیے قابل تقلید نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

لیکن اگر اس کے بعض نظریات قابل قبول نہیں ہیں یا بعض علمی تحقیقات اعتماد کے قابل نہیں ہیں تو ان کے اظہار میں کوئی حرج نہیں ہے؛ جبکہ مقصد یہ ہو کہ دوسرے ناپختہ علم رکھنے والے ان غلطیوں میں ان کی اتباع نہ کرنے لگیں۔

مسلمانوں نے ہی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے ''علم الجرح والتعدیل'' جیسا فن ایجاد کیا جس پر غیروں کو بھی حیرت ہے اور ''اسماء الرجال'' کی کتابوں میں ہزاروں افراد کی ذہنی حالت تک محفوظ ہوگئی کہ وہ سچے اور قابل اعتماد تھے یا نہیں اور ان کا حافظہ کس درجہ کا تھا، اور ان کی نقل کردہ روایتیں لی جاسکتی ہیں یا نہیں۔

لہٰذا عصر حاضر کے مشہور اور نامور علمائے حق کے علمی آثار سے دنیا کے مکتبے پُر ہیں اور ان کی اچھی علمی تحقیقات سے لوگوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے، مثال کے طور پر:

- نامور فقیہ شیخ محمد ابوزہرہ
- فقہ اسلامی اور قانون کے ماہر ڈاکٹر مصطفی الزرقاء
- تخریج حدیث کے میدان میں شہرت رکھنے والے شیخ محمد ناصر الدین البانی
- مشہور مصنف وداعی ڈاکٹر یوسف القرضاوی
- نامور قلم کار ومفکر ومصنف شیخ محمد الغزالی

یہ وہ حضرات ہیں جن کے کارنامے شہرۂ آفاق ہیں؛ لیکن یہ سب انسان ہی تھے اوران سے بھی بعض ایسی سنگین علمی غلطیاں ہوئی ہیں جن کے بارے میں پرجوش قسم کے نوجوان طبقہ کوآگاہ کرناضروری ہے؛ تاکہ وہ ان کی غلط آراء کا شکار نہ ہوجائیں۔

چنانچہ شیخ محمد ابوزہرہ کی تمام ہی کتابیں بے مثال ہیں اوران کے اپنے عہد کے بلند پایہ فقیہ ہونے کا ثبوت پیش کرتی ہیں اوران کے فیض سے ایک عالم منور ہے؛ لیکن ''رجم'' کے بارے میں شیخ کانظریہ جمہور فقہاء اور علمائے اہل سنت کی رائے کے خلاف ہے، جس کا اظہار بھی انہوں نے ایک کانفرنس میں اس تمہید کے ساتھ کیا کہ میں نے اپنی رائے کو بیس سال تک چھپائے رکھا؛ لیکن اب اس کا بیان ضروری سمجھتا ہوں، شیخ کے ذہن میں اس سزا کے بارے میں اشکال کے جو پہلو تھے اس کا انہوں نے برملا اظہار کیا؛ لیکن اس کی بنیاد پر عہد نبوی اور خلفائے راشدین کے عہد میں اس سزا کے نفاذ کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ شیخ ابوزہرہ جیسے بڑے فقیہ نے یہ بات کہی ہے لہٰذا اسے مان لیا جائے۔

اسی طرح شیخ مصطفیٰ الزرقاء اپنے عہد کے بے مثال فقیہ تھے، اوران کی نظر فقہ واصولِ فقہ پر نہایت گہری تھی؛ لیکن ''تأمین تجاري'' جس میں لائف انشورنس بھی شامل ہے اس کے بارے میں ان کی رائے کو عام فقہاء اور عالم اسلام کی فقہ اکیڈمیوں نے آج تک قبول نہیں کیا ہے اور خود شیخ محمد ابوزہرہ نے ان کے سامنے ان کی رائے پر سخت تنقید کی تھی اور یہاں تک فرمادیا کہ ''ما رأیت الباطل أشبه بالحق''میں نے باطل کو حق کے لباس میں پیش کرنے کی اس سے بہتر کوشش نہیں دیکھی، یعنی دلائل کے زور سے ثابت کرنے کی کوشش۔

اب ظاہر ہے کہ شیخ مصطفیٰ الزرقاء کے ہزاروں فتوے، ان کی بے مثال فقہی تحقیقات، ان کی ''الفقه الإسلامي في ثوبه الجدید'' جیسی مایہ ناز کتاب اور پیچیدہ موضوعات پر ان کی فقہی تحقیق وتنقیح کو سامنے رکھ کر ان کے کمالات کا ذکر تو کیا جاسکتا ہے؛ لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انشورنس کے بارے میں بھی ان کی تحقیق سے اتفاق کرلیا جائے اور اس کے خلاف زبان نہ کھولی جائے، ان کے سامنے بھی تنقید ہوئی ہے اور مرنے کے بعد بھی۔

اسی طرح شیخ محمد الغزالی نہایت ہی غیرت مند عالم اور بے مثال ادیب ومفکر تھے، انہوں نے اسلام کی طرف سے دفاع میں اپنی ساری زندگی وقف کردی اور بڑی جرأت اور حوصلہ سے دعوتی کام کرتے رہے؛ لیکن ان کی تمام خوبیوں اوران کے علمی وتصنیفی کمالات کو سامنے رکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ''صحیح بخاری شریف'' کی متعدد احادیث کے بارے میں ان کی تشکیک کو بھی قبول کرلیا جائے، ان کا ذہن ''شیخ محمد عبدہ'' کے عقلیت پسند رجحانات سے متأثر تھا اور ''شیخ محمد عبدہ'' کے فیض یافتوں میں شیخ الازہر محمود شلتوت، شیخ الازہر احمد مصطفیٰ المراغی،

شیخ رشید رضا، نامور ادیب احمد امین وغیرہ سبھوں پر ان کے نقل بر عقل کو ترجیح دینے کے معتزلانہ رجحانات کا اثر رہا ہے، کسی پر کم اور کسی پر زیادہ۔

ان حضرات کے کمالات کی نفی تو نہیں کی جائے گی؛ لیکن ان کی جو تحقیقات صحیح نہیں ہیں ان میں ان کی تائید بھی نہیں کی جائے گی، سابق شیخ الازہر عبدالحلیم محمود نے اپنی کتابوں "**التفکیر الفلسفي في الإسلام**" اور "**الإسلام والعقل**" وغیرہ میں بڑی قوت کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کیا ہے۔

شیخ محمد ناصر الدین البانی نے اپنی غیر معمولی محنت سے بے پناہ شہرت حاصل کی اور ایک حلقہ، حدیث کے بارے میں انہیں حجت سمجھنے لگا اور اس کی بھی پرواہ نہیں کی کہ شیخ کی خود اپنی تصنیفات میں احادیث کے ضعیف و صحیح ہونے کے احکام میں بے حد تناقض ہے، جس کا ذکر میں اپنے ایک مضمون میں تفصیل سے کر چکا ہوں۔

یہاں صرف ایک دو باتیں ذکر کرنا چاہتا ہوں، ان کا مشہور فتویٰ کہ حلقہ کی شکل میں (گول دائرہ کی طرح) بنا ہوا سونے کا زیور پہننا عورتوں کے لیے حرام ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ فتویٰ ایسا تھا کہ خود شیخ عبدالعزیز بن باز، شیخ حماد الانصاری اور دوسرے بہت سے علماء نے اس کی بھرپور تردید کی اور اسے ناقابل اعتبار قرار دیا۔

اس کے علاوہ بھی ان کے کئی فتوے ایسے ہیں جو سخت تنقید کا نشانہ بنے ہیں اور جن کو لوگوں نے ان کے فقیہ نہ ہونے کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔

احادیث کی تصحیح و تضعیف کے بارے میں ان کے طریق کار پر تنقید کا معاملہ اس سے الگ ہے۔

ان کے غیر معتدل ذہن و مزاج کا اندازہ کرنے کے لیے شاید صرف ان کی یہ بات کافی ہو کہ انہوں نے ایک ایسا عجیب و غریب دعویٰ کیا ہے کہ جس سے ساری امت اور تمام فقہاء کی گمراہی ثابت ہوتی ہے اور سارے فقہی ذخیرہ کو دریا برد کرنے کی تلقین ہوتی ہے۔

شیخ محمد ناصر الدین البانی نے اپنی ذاتی دلچسپی سے فنِ تخریجِ حدیث میں مہارت حاصل کی اور احادیث پر صحیح و ضعیف کا حکم لگانے میں انہیں بڑی شہرت حاصل ہوئی۔

اپنے مزاج کی حدت اور فقہ سے عدم مناسبت کی وجہ سے ان کی کاوشیں ایک حلقہ میں مقبول ہوئیں؛ تو دوسری طرف بعض غیر مستند فتاوے اور فقہائے مذاہب پر ناروا تنقید کی وجہ سے ایک بڑا حلقہ ان سے نالاں بھی رہا اور خود انہیں بھی بعض بڑے اور مستند علماء کی تنقیدوں کا سامنا کرنا پڑا۔

انہوں نے ایک طرف تو سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد وغیرہ کی احادیث پر صحیح اور ضعیف کا حکم لگا کر

ان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

اس طرح کے احکام چونکہ قطعی نہیں ہوتے اس لیے کسی بھی بڑے مصنف کی کتاب میں اس طرح کا تصرف کرنے کے بجائے ہونا یہ چاہیے تھا کہ وہ نفس کتاب کی تحقیق کرتے اور حدیث کے بارے میں اپنی تحقیق حاشیہ پر قلم بند کرتے جس طرح کہ ''مشکاۃ المصابیح'' کی تحقیق کے دوران انہوں نے کیا ہے؛ لیکن عہد سابق کے کسی بڑے مصنف کی کتاب میں اس طرح کا تصرف مناسب نہیں تھا کہ ان کی کتابیں دو حصوں میں تقسیم کی جائیں؛ چنانچہ اس عمل کے خلاف ۶؍جلدوں میں ایک مستقل کتاب (**التعريف بأوهام من قسم السنن إلى صحيح و ضعيف**) کے نام سے ''شیخ البانی'' کی تردید میں لکھی گئی ہے۔

انہوں نے اپنے عہد کے متعدد مصنفین شیخ یوسف القرضاوی، شیخ محمد الغزالی، سید سابق کی بعض عام کتابوں کی احادیث کی بھی تخریج کر ڈالی، جن میں ''**الحلال والحرام للقرضاوي**'' ''**فقه السيرة للغزالى**'' اور ''**فقه السنة لسيد سابق**'' وغیرہ معروف ہیں۔

انہوں نے ایک بڑا سلسلہ ''**الأحاديث الصحيحة**'' اور ''**الأحاديث الضعيفة**'' کے عنوان سے بھی شائع کیا ہے، شیخ کے کارناموں پر میں نے ایک مستقل مضمون ان کی وفات کے موقع پر لکھا تھا جس میں ان کی محنت کی تعریف کے ساتھ ان کے کاموں کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں پر روشنی ڈالی تھی اور ان کے شاگردوں اور ان کی شخصیت سے عقیدت رکھنے والوں سے اپیل کی تھی کہ شیخ کی سب سے بڑی خدمت یہ ہوگی کہ ایک ہی حدیث کے بارے میں جو ان کی کتابوں میں تناقض پایا جاتا ہے کہ انہوں نے اس پر صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے اور کہیں ضعیف ہونے کا، اس کو دور کرنے کی کوشش کی جائے؛ تاکہ لوگوں کو مغالطہ کا شکار نہ ہونا پڑے۔

یہاں تو ان کی صرف ایک ایسی ادا کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو ان کے پایہ کے ایک بڑے اور مشہور عالم کو کسی طرح زیب نہیں دیتی۔

انہوں نے ایک حدیث کا سہارا لے کر تمام فقہائے مذاہب کی کتابوں کو یہود و نصاریٰ کے صحیفوں اور ان کی کہانیوں کی صف میں شمار کیا ہے اور حدیث میں وارد ایک لفظ کی ایسی تشریح کی ہے جو خود محدثین اور ائمہ لغت کی تفسیر و تشریح کے خلاف ہے۔

علامات قیامت کے ضمن میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی یہ روایت نقل کی ہے:

ألا إن من أشراط الساعة أن ترفع الأشرار و توضع الأخيار ألا إن من أشراط الساعة أن يظهر القول و يخزى العمل، ألا إن من أشراط الساعة أن تتلى ''المثناة'' فلايوجد من يغيرها،

قيل له: وما "المثناة"؟ قال ما ستكتب غير القرآن فعليكم بالقرآن. (سلسلة الصحيحة رقم: ۲۸۲۱/۶ ۲۷۴)

حدیث پر تو انہوں نے صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے؛ لیکن اس کی تشریح خود راویِ حدیث کی تشریح اور تمام علمائے لغت وغریب الحدیث کے برخلاف ایسی کی ہے جو کسی نے نہیں کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست حدیث کی روایت کرنے والے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے سوال کیا گیا کہ اس سے مراد کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کی جھوٹی کہانیاں۔

لیکن شیخ البانی کو یہ تفسیر پسند نہیں آئی تو انہوں نے اس کے بارے میں تبصرہ کر ڈالا:

هذا التفسير بعيد كل البعد عن ظاهر الحديث۔ (ح:۲۲۵)

(یہ تفسیر بعید اور نا قابل قبول ہے اور حدیث کے ظاہری مفہوم سے میل نہیں کھاتی۔)

شیخ البانی فرماتے ہیں کہ قرب قیامت میں لوگ قرآن کریم کو چھوڑ کر خود ساختہ جو کتاب پڑھنے لگیں گے اس سے مراد "مذاہب اربعہ" کی کتابیں ہیں جو ائمۂ مذاہب کے مقلدین پڑھا کرتے ہیں:

الكتب المذهبية المفروضة على المقلدين التي صرفتهم مع تطاول الزمن عن كتاب اللّٰه و سنة رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم؛ فذٰلك هو "المثناة" دون شك أو ريب. (الصحيحة ۲۲۴/۶)

اس سے مراد فقہی مذاہب کی وہ کتابیں ہیں جو مقلدین پڑھا کرتے ہیں اور زمانہ گزرنے کے ساتھ وہ کتابیں ان کو قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پھیر دیتی اور دور کردیتی ہیں، "المثناۃ" سے بلا شک وشبہ یہی مراد ہے، حالانکہ ائمہ حدیث اور غریب الحدیث کے ماہرین نے "المثناۃ" کی تشریح میں وہی بات ذکر کی ہے جو خود راویِ حدیث صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی ہے۔

أخبار بني إسرائيل بعد موسىٰ عليه السلام وضعوا كتابا فيما بينهم على ما أرادوا غير كتاب اللّٰه هو "المثناة". (النهاية في غريب الحديث ۲۲۵/۱، غريب الحديث ۲۸۱/۴)

اسی طرح جب ہم نامور عالم دین اور مشہور داعی، مفکر اور مصنف شیخ یوسف القرضاوی مرحوم کے مناقب میں ان کی دسیوں کتاب کا ذکر کرتے ہیں وہیں یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ متعدد مسائل میں ان کی فقہی آراء قابل قبول ہرگز نہیں ہیں، نہ ان کا استدلال صحیح ہے اور نہ وہ ان مسائل میں فتویٰ کے ضوابط کے مکمل طور پر پابند رہے ہیں۔

یہ کہنا کہ وہ اجتہاد کے مقام پر فائز تھے؛ اس لیے وہ جو رائے بھی اختیار کریں، ان کے لیے اس کی اجازت ہے،

یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ خود ان کے معاصرین میں ان سے زیادہ فقہی مسائل پر عبور رکھنے والے اور جزوی اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والے فقہاء موجود تھے جن میں بعض ان کے اساتذہ کی صف میں بھی تھے، اس کے باوجود شاذ اقوال و آراء نہ ان کی طرف سے قابل قبول ہیں اور نہ ان کی طرف سے اس کا اظہار کیا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ فقہی قواعد کے استعمال کے لیے بھی محققین نے اصول طے کر دیے ہیں، ان کی خلاف ورزی کسی ایک فرد کی طرف سے قبول نہیں کی جاسکتی؛ البتہ ان کے بارے میں کوئی اجتماعی رائے اختیار کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح شیخ یوسف القرضاوی کی عبقریت اور غیر معمولی فضل وکمال کا اعتراف انصاف کا تقاضہ ہے؛ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ موسیقی کی حلت، غیر مسلم ملکوں میں سودی معاملہ کے جواز اور عورتوں کے دودھ جمع کرنے کے لیے بینک کا قیام اور اس سے لے کر دودھ پینے والے بچوں کے درمیان اور دودھ دینے والی عورتوں اور ان کی اولاد کے مابین رضاعی رشتہ قائم نہ ہونے کا فتویٰ بھی قبول کر لیا جائے۔

حاصل یہ ہے کہ:

- الرجم عند الشيخ أبي زهرة.
- التأمين عند الشيخ مصطفى الزرقاء.
- حرمة الذهب المحلق عند الشيخ الألباني.
- بنوك الحليب عند الشيخ يوسف القرضاوي.

ایسے مسائل ہیں جو نا قابل قبول ہیں اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن کی نشاندہی ضروری ہے۔

شیخ یوسف القرضاوی کی ذہنی تشکیل میں جو عوامل کارفرما رہے ہیں اور ان پر شعوری یا غیر شعوری طور پر شیخ محمد رشید رضا، شیخ محمود شلتوت اور بعض دوسرے عقلیت پسند علماء کا جو اثر رہا ہے، اسی طرح علامہ ابن تیمیہ، ان کے شاگرد ابن القیم اور بعض مسائل میں علامہ ابن حزم ظاہری کے اثر سے انہوں نے جو آراء اختیار کی ہیں، ان کے بیان کے لیے مستقل مضمون کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدارس میں مقصد اور اہداف سے آگاہی کی تربیت کی ضرورت

شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی

برصغیر کے دینی مدارس کے نصاب و نظامِ تعلیم بہت قریب سے دیکھے۔ ملک کے دینی مدارس کا تعلیمی نصاب وفاق المدارس العربیہ اور تمام تنظیمات کے مرتب کردہ سب کے سب معائنہ میں ہیں۔ ذاتی طور پر جو اپنے تأثرات ہیں وہ یوں ہیں کہ مذہبی، دینی، نظامی اور مشرقی علوم کی درسگاہوں میں علم و دانش کی افراط بظاہر بہت زیادہ نظر آتی ہے۔ پھر اس میں علم کا تناسب قدرے زیادہ جبکہ دانش کا برائے نام ہے۔ تاہم علوم و معارف کو محفوظ کرنے اور اسے علمِ نافع بنانے کے معاملے میں خوب توجہ اور بھرپور اعتناء کی ضرورت ہے۔ مدارس کے سینکڑوں مدرسین' بیسیوں مشائخ' جو معلومات کو علم اور علم کو دانش میں منتقل کریں، تلاش بسیار کے باوجود بھی مشکل سے مطلوبہ تعداد مل سکے۔ اگرچہ گزشتہ دو عشروں سے لکھنے، چھاپنے کا رُجحان بڑھتا جارہا ہے مگر یہ وہ معیار نہیں ہے جسے ہم علم و دانش کا داعیانہ معیار قرار دے سکیں۔

مدارس کے اساتذۂ کرام اپنا کام زیادہ تر نصابی کتابوں کی تدریس اور متعین انداز کی روایتی معلومات کو اپنی قوتِ حافظہ کی مدد سے دہراتے رہنے سے چلاتے ہیں۔ اگلے روز کی تدریس کی تیاری کو اپنے لئے ''اصل مطالعہ'' قرار دیتے ہیں۔ مختلف شروحات اور تعبیراتی کتابوں میں جن جزئیات کو زیرِ بحث لایا جاچکا ہے، ان کو مستحضر کرنا اور ایک حافظِ قرآن یا ٹیپ ریکارڈر کی طرح طلباء کو سناتے چلے جانا، اساتذہ کے فضل وکمال کا معیار بن چکا ہے۔ اس عمل میں طلبہ کے سوالات واعتراضات اور اشکالات کے جوابات بھی شامل ہوتے ہیں۔

اب مدارس کے اساتذہ کچھ علم دوستی میں' کچھ ذوقِ تالیف میں اور کچھ اشاعت وطباعت کے کاروبار کی غرض سے متون اور (اردو پشتو فارسی اور انگریزی کے تراجم) اور تشریحات اور بین السطور نگاری کی طرف متوجہ ضرور نظر آتے ہیں۔ اس نوع کی کتب بھی لائق صد تحسین' قابل صد تبریک اور فروغِ علم وکتاب کا ایک حصہ ضرور ہیں مگر ان کی حیثیت تسہیل نگاری یا امتحان پاس کرنے والے نوٹس اور ٹیسٹ پیپر کی بن کر رہ گئی ہے۔

عملی طور پر غور وفکر، مسائل کے استخراج' نکتہ آفرینی اور دانش ورانہ تدبر کے اظہار سے اساتذۂ مدارس کا تعلق مطلوبہ معیار سے کم ہے۔ درسی افادات اور شروحات وتشریحات سے آگے دانش ورانہ افہام وتفہیم کا میدان خالی

ہوتے نظر آرہا ہے اس لئے مذہبی علوم اور مسائلِ حاضرہ کے مابین مکالمے کی راہیں بھی مسدود ہوتی نظر آرہی ہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ جن بیدار مغز مسلم دانشوروں میں مذہب کو معاصر سیاق وسباق میں سمجھنے کی خلش پائی جاتی ہے ان کو مذہبی مبادیات اور مستند مشرقی علوم سے کما حقہ واقفیت نہیں۔ اور جن کو مذہبی علوم سے پوری طرح مستفیض ہونے کا موقع ملا ہے وہ اس سوز ودروں سے آشنا نہیں۔ جو عالمی سطح کی دانشورانہ بحث وتمحیص اور اسلامی نقطہ نظر کی معتبر پیشکش کے فقدان سے پیدا ہو رہا ہے۔

دینی مدارس کے لائق وفائق اساتذہ، قابل قدر مشائخ اور سربرآوردہ علماء بھی اپنے خیالات اور تصورات کی شیرازہ بندی کرکے ان کے تحریری اظہار کی اہمیت سے ناواقف ہونے کے باعث اپنے علوم ومعارف اور فیوض وبرکات سے اپنے حلقۂ تلامذہ، مستفیدین اور عقیدتمندوں کو زیادہ عرصے تک بہرہ ور کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسے مقتدر حضرات بھی اپنی طبعی عمر سے اگلے دور تک نہ تو اپنے وجود کا اثبات کر پاتے ہیں اور نہ ان کے ساتھ برتی جانے والی عقیدتیں اگلی نسلوں کے ذہن میں محفوظ رہ سکتی ہیں۔

مجھے دینی مدارس میں کسبِ فیض، درس وتدریس اور افادہ کا مکمل موقع ملنے کی وجہ سے یہ مشاہدہ بھی ہو رہا ہے اور مرحلہ بہ مرحلہ محسوس بھی ہو رہا ہے کہ بعض نابغۂ روزگار ہستیاں اور جبال العلم شخصیات اگر محض اپنے درس میں علم ودانش کے جواہر پارے لٹانے تک محدود نہ رہتیں، اور اعلیٰ درجے کی جزرسی اور نکتہ آفرینی کو اپنے مضامین یا کتابوں میں محفوظ کر دیتیں تو مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، حکیم الامت حضرت تھانویؒ، حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خانؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ہی کی طرح ان کا علم صحیح معنوں میں علم نافع، صدقہ جاریہ اور ان کی دانش اور دانش وری کی روایت کو مستحکم کرنے اور مزید غور وفکر میں راہیں استوار کرنے کا وسیلہ بن سکتا تھا۔

۱۹۷۸ء میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے فراغت ہوئی، اسی سال درس وتدریس اور دینی مدارس میں خدمات کے مواقع ملے اور یہ سلسلہ تاہنوز ۲۰۲۲ء تک جامعہ ابوہریرہ کی صورت میں جاری ہے، چوالیس سال سے درس وتدریس اور دینی مدارس کے ماحول میری مساعی اور خدمات کے میادین ہیں، اس طویل عرصہ میں مدارس کے نظم وضبط، وسائل کے حصول، تعمیرات، نصابِ تعلیم اور مدارس کے قیام، بقا واستحکام کے مراحل اور درس وتدریس کے خوب خوب تجربات ہوتے رہے۔ تمام موضوعات کا احاطہ میرے بس کی بات نہیں، صرف ایک اہم امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں:

مجھے اپنے زمانۂ طالب علمی میں جتنے طلباء سے واسطہ پڑا اور چوالیس (۴۴) سال زمانۂ تدریس میں ہزاروں طلبہ کو قریب سے دیکھا پرکھا برتا اور نبھایا، علی العموم ان کو اپنے طالب علمی کے اہداف، مقاصد اور منہج سے غافل پایا،

علومِ نبوت کی حقیقی مراد و مقصد اور اپنی زندگی کے نصب العین سے بڑی حد تک نا آشنا اور بے خبر ہی دیکھا اور جن کو کچھ سمجھدار، عقلمند، بیدار اور ہوشمند سمجھا وہ بھی ایک سند یافتہ عالم، ایک لائق مدرس، ایک اچھے خطیب، ایک منجھے ہوئے مصنف، ایک زیرک ادیب، ایک تجربہ کار مہتمم اور ایک تگڑے منتظم بننے سے بالاتر اپنی طالب علمانہ مساعی اور مجاہدانہ کاوشوں کا کوئی اہم مقصد اپنے پیش نظر نہیں رکھتے تھے۔ انہیں اپنا حقیقی مقصدِ حیات اور اعلیٰ نصب العین معلوم نہ تھا، اس قدر غفلت، بے اعتنائی اور ذہول کی وجہ سے اپنے مستقبل سے متعلق ان کے ارادے، خیالات اور عزائم میں کوئی رفعت، بلند نگاہی، عظمت بلکہ معرفت بھی نہ تھی، جذبات، حوصلوں اور ولولوں، اہداف کے حصول کی جو طلب اور تڑپ ہونی چاہئے تھی ان میں وہ بھی نہ تھی بلکہ فریضۂ منصبی کی ادائیگی، منہج و مسند کے جو تقاضے اور تعلیمی شعور کی بیداریوں کے شعور سے بھی ان کے قلوب اور دماغ قطعاً خالی تھے۔ علومِ نبوت کے ان طلباء کے اذہان میں جو سطحیت، فکر و نظر میں تنگی و عصبیت، عزائم میں پستی و بے ہمتی، مقاصد و منازل میں ابہام و تخجالت اور خود اپنی عظمت اور قدر و قیمت سے ناواقفیت، نتائج و ثمرات سے جہالت، احساسِ کہتری و کمتری کی ناگفتہ بہ حالت کے مناظر، حرکات و سکنات اور بزدلانہ اداؤں کا جو مشاہدہ کیا جا رہا ہے وہ سب اسی اصلِ ہدف اور بنیادی مقاصد کی فراموشی کا نتیجہ ہے۔

میری اربابِ فضل و کمال، اور مدارس کے مہتممین و منتظمین اور وفاق المدارس کی قیادت سے یہ درخواست ہے کہ ہمارے دینی مدارس کے ذمہ داران اپنے مدارس کے طلباء کو ان کے مقصدِ حیات، ان کے فریضۂ منصبی، ان کے اصل منہج اور نصب العین اور دینی تعلیم کے اہداف سے واقفیت، آگاہی کا اہتمام کریں اور خاص فکری اور ذہنی تربیت کے ذریعہ طلباء کو اپنے دینی اہداف کا فدائی بنائیں اور اسے اپنے مدارس کا لائحۂ عمل بنا لیں تو ان شاء اللہ مدارس کے طلبہ کے حوالے سے یہ اندوہناک، تشویشناک اور افسوسناک صورتِ حال باقی نہیں رہے گی۔

میں خود بھی بدوِ شعور میں اسی اندھیرے میں رہا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ دینی مدارس کے کسی بھی طالب علم، علومِ نبوت کے کسی بھی طلبگار کے لئے مقصدِ حیات سے ناواقفیت کا اندھیرا کتنی بڑی بدبختی، نحوست، محرومی اور کس قدر بڑا خسارہ بلکہ خسرانِ مبین ہے، اس لئے اربابِ مدارس کو چاہئے کہ مدارس کی فضاؤں میں مقصد سے عشق، تحصیل علم سے والہیّت، جنون اور مستحکم وابستگی کی روح پھونکی جائے اس کے لئے تمام تر وسائل اور مساعی کو بروئے کار لایا جائے اور تمام چھوٹے بڑے طلبہ کو آگاہ کر دیا جائے کہ تم کون ہو؟ کس مقدس راہ کے تم راہی ہو؟ کس عظیم مشن کے تم علم بردار ہو، تمہارا ہدف اور تمہاری منزل کیا ہے؟ تمہارے فقر، غربت، مسافرت، ناداریوں، ظاہری شکستگی اور خستگی کے باوجود مقصد، مشن اور کام کے حوالے سے اللہ کی مخلوق میں تمہارا مقام، تمہارا مشن اور کام، تمہاری عظمت و اہمیت، وزن اور تمہاری قدر و قیمت کیا ہے؟ اور کون تمہاری قیمت لگانے والا ہے؟۔☆

شخصیت

یہ کون لاڈلا سو یا والدین کے بیچ؟!

جناب سعود عثمانی صاحب

اگر میں یہ قسم کھاؤں کہ ہمارے محبوب چچا مفتی رفیع عثمانی جیسا اپنے بھتیجوں بھتیجیوں، بھانجوں بھانجیوں سے بے پناہ محبت کرنے والا اور محبت کے مسلسل اظہار میں سب پر فائق ہمارے خاندان میں اور کوئی نہیں تھا تو یہ قسم جھوٹی نہیں ہوگی۔اور اس سے بڑھ کر اگر یہ کہنا ہو کہ میں نے کسی اور خاندان میں بھی ان صفات کا کوئی اور بزرگ کبھی نہیں دیکھا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس قسم میں بھی سچا ہوں گا۔اگر میں یہ کہوں کہ ان کے رعب اور دبدبے کا ہمہ وقت احساس ہونے، ہماری کوتاہیوں اور کمزوریوں پر ان کی بھرپور نظر رہنے اور اس کا خوف ہونے کے باوجود وہ ہمارے بہترین دوست تھے،تو یہ بات بھی بالکل سچ ہوگی۔اور اس دوستی کا کریڈٹ انہی کی خوش مزاجی،نرمی اور بے تکلفی کو جاتا ہے۔

20 نومبر کے دن جب ہم نے مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد رفیع عثمانی کو (اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے) سپرد خاک کیا تو بچپن سے آج تک کی وہ تمام چلتی پھرتی تصویریں ایک ایک کرکے آنکھوں کے عدسے دھندلا رہی تھیں،جن میں چچا موجود تھے۔ان کے علم وعمل،ان کے مقام ومرتبے کا ہم بے علموں کو نہ اس وقت اندازہ تھا،نہ اب تک ادراک ہے۔اور اس دائرے میں قدم دھرتے ہوئے میرے تو پاؤں جلتے ہیں۔مسئلہ یہ ہے کہ علمی مرتبے پر بات میرے لیے ممکن نہیں ہے اور ذاتی اور خاندانی حوالوں سے بات کروں تو خودستائی کا اندیشہ ہے۔تاہم میرے لیے تو یہی ممکن ہے کہ خاندان کی ایک مرکزی شخصیت اور محبوب چچا کی حیثیت میں ان کی کچھ یادیں تازہ کرسکوں۔اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ جیسے ہم بے علم چچا جان کے ان احوال ومقامات کا اندازہ نہیں کرسکتے جو اہل علم اور صاحبان کمال ہی کو نصیب ہے،ٹھیک اسی طرح بہت سے علمی طبقات بھی ان خصوصیات کا اندازہ نہ کرپائیں گے جو ان کی خاندانی زندگی میں ہمارے مشاہدے میں آتی رہی ہیں۔اور جن کی وجہ سے وہ ہم سب کے بھی نہایت محبوب تھے۔

لیکن ایک اور بات جو گھر سے باہر کے لوگوں کو جاننے کا اشتیاق ہوتا ہے،ان آخری لمحات کا ذکر ہے جن سے گزر کر عم مکرم آخری سفر پر روانہ ہوئے تھے۔چنانچہ یادوں کا ذکر مؤخر کرتے ہوئے اس آخری دن کے آخری لمحات کا ذکر کردوں تو بہتر ہوگا۔لگ بھگ دو سال قبل جب عم مکرم چچا رفیع صاحب کو کووڈ تشخیص ہوا اور دیگر پیچیدگیوں نے بھی جسم میں راہیں تلاش کرلیں،تو فیصلہ یہی کیا گیا کہ انہیں ہسپتال میں داخل نہ کروایا جائے اور گھر پر ہی مکمل علاج کی

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

بہترین سہولتیں فراہم کرلی جائیں۔ چنانچہ آئی سی یو کی ضروری مشینیں، مونیٹرز اور آلات بھی مہیا کر لیے گئے اور ایک ماہر آئی سی یو سپیشلسٹ کا بھی ہمہ وقت بندوبست کرلیا گیا۔ اسد اس سے قبل میرے بھائی جان محمود اشرف عثمانی کی بھی بے مثال خدمت کر چکے تھے۔ چچا جان کے بے شمار جاں نثار شاگردوں میں مولانا انس صاحب بھی دن رات خدمت میں رہتے تھے۔ ان دونوں ساتھیوں کو اللہ کریم بہترین اجر عطا فرمائے کہ انہوں نے خیر خواہی اور خدمت کا حق ادا کر دیا۔

جمعہ ۲۴ ربیع الثانی۔ ۱۹ نومبر ۲۰۲۲ کو چچا جان کی طبیعت قدرے بہتر تھی۔ رپورٹس بھی بہتر آئی تھیں خاص طور پر گردوں کی رپورٹ۔ جمعہ کے وقت انہوں نے خدمت گار سے کہا کہ مجھے مسجد لے چلیں۔ خدمت گار نے ہدایات کے مطابق یہ مناسب نہ سمجھا۔ گھر میں صرف چچی جان موجود تھیں۔ ان سے باتیں کیں اور خاص طور پر بیٹے کے بارے میں پوچھا جو اس وقت اپنے گھرانے کے ساتھ برطانیہ کے سفر پر تھے۔ عصر اور مغرب کے بیچ اسد کے دوست ان سے ملنے آئے تو انہوں نے ذرا دیر کے لیے جانے کی اجازت چاہی۔ چچا جان نے فرمایا کہ آپ کے دوست ہمارے بھی دوست ہیں، انہیں یہیں بلا لیں۔ چنانچہ وہ دوست ان کے کمرے میں آ گئے اور چچا جان ان سے باتیں کرتے رہے۔ پھر کہا کہ ان کی خاطر مدارات کیجیے، انہیں لسی پلوائیے۔ دارالعلوم کی لسی بہت اچھی ہوتی ہے اور چچا جان کو بھی مرغوب تھی۔ یہ لگ بھگ شام سات بج کر سولہ منٹ کی یعنی انتقال سے پندرہ بیس منٹ قبل کی بات ہے۔ ان صاحب کے رخصت ہونے کے بعد چچا جان نے پانی مانگا۔ پینے کے بعد طبیعت بگڑنے لگی۔ اندازہ ہے کہ شاید دل کا دورہ ہوا۔ آکسیجن لیول ایک دم گر گیا۔ آئی سی یو کے ماہر کے طور پر اسد نے ممکنہ تمام کوششیں کیں۔ اور انہیں کے ساتھ چچا تقی عثمانی کو، جن کا گھر متصل ہے، اطلاع دی۔ چچا تشریف لائے تو حالت تشویشناک تھی اور آکسیجن لیول زیرو تک گرا ہوا تھا۔ انہوں نے سورہ یاسین کی تلاوت شروع کی۔ ڈاکٹر راستے میں تھے اور اس دوران دل کی بحالی کی کوششیں جاری رہیں۔ لیکن سب بے سود تھیں۔ وہ گھڑی آن پہنچی تھی جو ٹل نہیں سکتی اور جس کی تیاری چچا رفیع صاحب نے اپنے علم، عمل، کردار، گفتار سے تمام عمر کی تھی۔ چچا تقی صاحب فرماتے ہیں کہ ان آخری لمحات میں نہ کوئی تکلیف، نہ بے چینی، نہ آواز، نہ اضطراب، نہ کوئی تغیر۔ کچھ بھی نہیں تھا۔ بس جانے والا اٹھ کر اس راہ پر چلا گیا تھا۔ جس پر بالآخر ہم سب نے جانا ہے۔

ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ
دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا

آپ اور ہم اس غم اور اس جدائی کا اندازہ تو کر سکتے ہیں جو ہمارے دلوں پر زخم ڈال کر گزر رہے ہیں۔ لیکن عم مکرم

چچا تقی (اللہ انہیں صحت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے) کے غم کا شاید اندازہ بھی نہ ہو سکے۔ اللہ تعالی نے انہیں بے پناہ ضبط، صبر، حوصلے سے نوازا ہے اور ہم نے زندگی کے بے شمار مراحل پر ان کے مشاہدے کیے ہیں۔ خود اپنی کمزور صحت کے باوجود انہوں نے جنازے، تدفین ور دیگر معاملات کے جس طرح بروقت فیصلے کیے، وہ کسی اور سے ممکن نہیں تھا۔ یہ سب فیصلے بھی کیے جاتے رہے اور دارالعلوم میں تدریس کا سلسلہ بھی معمول کے مطابق جاری رہا۔ دارالعلوم کے مزاج کے مطابق میڈیا پر تشہیر کا بھی کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔ لیکن یہ خبر تھی کہ تیز ہوا میں آگ کی طرح پھیلتی جارہی تھی اور غم تھا کہ ایک سینے سے دوسرے میں سفر کر رہا تھا۔

اتوار کے دن صبح ۹ بجے کے قریب لاکھوں لوگ جنازے میں شرکت کے لیے امڈ آئے تھے۔ اور ملک کے ہر حصے سے لوگوں کے پہنچنے اور راستے میں ہونے کی اطلاعات مل رہی تھیں۔ جامعہ دارالعلوم کورنگی کی بڑی مسجد، جس میں ہزاروں افراد کی جگہ ہے، چھوٹی پڑ چکی تھی اور دارالعلوم اور چار دیواری کے باہر امام کے پیچھے ہر طرف صفیں بنی ہوئی تھیں۔ دارالعلوم کے باہر کورنگی روڈ بلاک تھی۔ رینجرز اور پولیس کے انتظامات کے باوجود کسی طرح یہ ممکن نہیں تھا کہ جنازے کو یہ تمام افراد کندھا دے سکیں۔ ہم میت کے ساتھ دارالعلوم کے نورانی قبرستان پہنچے جہاں میرے دادا، دادی، نانا، بھائی جان، چچا، ماموں سمیت بے شمار محبت کرنے والے شاید ان کے انتظار میں تھے۔ چچا جان کو آخری آرام گاہ اپنے والدین کے عین بیچوں بیچ نصیب ہوئی تھی۔ اس دن محبت کرنے والوں نے ایک آفتاب کو سپرد خاک کرتے ہوئے اپنے حصے کی مٹی اس ڈھیری پر ڈالی۔ ''اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے، اور اسی کی طرف تمہیں لوٹائیں گے، اور اسی سے دوبارہ نکال کھڑا کریں گے''۔ اس دن جب میں نے مٹی بھر کر قبر پر ڈالی تو صاحب قبر کے لیے میرے دل نے یہ شعر بھی پیش کر دیئے ؎

صدا سمیٹ دی، لطف سخن لپیٹ دیا
قضا نے حسن بیاں دفعتاً لپیٹ دیا
میں دیکھتا رہا اس پر بہار چہرے کو
پھر اس کے بعد کسی نے کفن لپیٹ دیا
تھی اس کی آخری منزل سرور و چین کے بیچ
یہ کون لاڈلا سویا ہے والدین کے بیچ

شخصیت

الوداع مفتی اعظم مولانا رفیع عثمانی......الوداع

تیری تربت پر ہزاروں رحمتیں

نوید مسعود ہاشمی

انہوں نے بغدادی قاعدہ، علم وعرفان کے مرکز دارالعلوم دیوبند کے دارالفتاء میں اپنے سربلند بابا مفسر قرآن مفتی اعظم مفتی محمد شفیع عثمانی سے پڑھا، قیام پاکستان کے وقت ان کی عمر صرف 12 سال تھی۔ 12 سال کی عمر میں جب وہ اپنے بزرگوں کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان کی طرف آرہے تھے تو انہوں نے وہ خونی مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے جنہیں ہندو اور سکھ، بلوائیوں نے مسلمانوں کے خلاف برپا کر رکھا تھا، حضرت مفتی رفیع عثمانی نے قیام پاکستان سے قبل دارالعلوم دیوبند میں قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا۔

قیام پاکستان کے بعد یکم مئی 1948ء کو اپنے عظیم والد اور خاندان کے دیگر افراد کے ہمراہ ہجرت کر کے وہ پاکستان کراچی پہنچنے کے بعد انہوں نے آرام باغ کی مسجد باب الاسلام میں حفظ قرآن کی تکمیل کی، مفتی محمد رفیع عثمانی کے والد ماجد دارالعلوم دیوبند کے مفتی، نامور عالم دین اور تحریک پاکستان کے ممتاز رہنماؤں میں شامل تھے۔ یوں دین اسلام اور پاکستان کی محبت ان کے خون میں شامل تھی یہی وجہ ہے کہ وہ آخری دم تک دین اسلام کی ترویج اور پاکستان کی سلامتی کے لئے فی سبیل اللہ اپنا کردار ادا کرتے رہے۔

مجھے پہلی مرتبہ ان کی زیارت کا موقع اکتوبر 1990ء میں ملا، اور آخری مرتبہ 2021ء کے رمضان المبارک میں لال مسجد دارالافتاء کے مفتی دوست محمد مزاری کی ہمراہی میں مولانا زبیر اشرف عثمانی کی خصوصی شفقت سے حضرت مفتی اعظم کی رہائش گاہ پر ان کی عیادت کے لئے حاضری کا موقع ملا، ان تیس، بتیس سالوں میں اس خاکسار نے انہیں ہمیشہ دین اسلام کی سربلندی، وطن عزیز کی مضبوطی کے لئے ہی کام کرتے ہوئے دیکھا، بلاشبہ وہ ہزاروں علماء کے استاذ اور دنیائے اسلام کے علمی حلقوں میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے، وہ افغانستان کے خود بھی "مجاہد" رہے اور مجاہدین افغانستان سے ان کی محبت بھی مثالی رہی، مگر اس کے باوجود انہوں نے اعتدال پسندی اور میانہ روی کا دامن نہیں چھوڑا، وہ جامعہ دارالعلوم کے صدر، مسند حدیث کے وارث اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سرپرست تھے، حضرت مفتی رفیع عثمانی نور اللہ مرقدہ نے اپنی ساری عمر اللہ کے قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو عام کرنے میں گزاری، جس وقت کراچی میں "قومیت" اور "لسانیت" کا اژدھا کراچی کے بیٹوں کو

نگل رہا تھا،لسانیت پرستوں کا ٹولہ "لسانیت" کے نام پر کراچی میں خون کی ندیاں بہا رہا تھا۔آپ نے تب بھی "علم" کی شمع کو بجھنے نہیں دیا۔

جب کراچی اور سندھ کے کالجز اور یونیورسٹیوں میں قومیت کے نام پر بچوں کو لڑا کر "تعلیم" کو تباہ کیا جا رہا تھا۔ تب بھی پنجابی، بلوچی، سندھی، پختون، مہاجر، کشمیری، گلگتی، ہزاروی، سرائیکی سب قومیتوں سے وابستہ ہزاروں طلباء آپ کے زیر سایہ تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی رفیع عثمانی نے اپنی ساری عمر قوم کے جوانوں کو علم و ادب اور قرآن و سنت سکھانے اور پڑھانے میں کھپا ڈالی،آپ کے ہزاروں شاگرد آج بھی دنیا کے کونے کونے میں "علم" کی شمع کو فروزاں کئے ہوئے ہیں۔

آپ نے فرقہ واریت کی ہمیشہ مذمت کی،آپ قوم کے جوانوں کو تفرقوں میں بانٹنے کی بجائے انہیں "علم" کے حسن سے سنوار کر ایک لڑی میں پرونے کے قائل تھے،آپ ساری عمر پاکستانی قوم میں اتحاد و اتفاق کی دعوت عام کرتے رہے،مفتی اعظم مفتی محمد رفیع عثمانی نے 14 اگست 1947ء کو پاکستان بنتے ہوئے دیکھا تھا،انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح،حضرت مولانا اشرف علی تھانوی،حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور دیگر اکابرین امت اور زعمائے ملت کے کارناموں کا بغور مشاہدہ کر رکھا تھا اس لئے انہوں نے پاکستان کی تعمیر و ترقی میں کردار ادا کرنے کے لئے ہمیشہ اپنے آپ کو فرنٹ لائن پر رکھا۔

جامعہ دارالعلوم کورنگی میں ہر سال 14 اگست کے موقع پر علماء و طلباء باقاعدہ پریڈ کر کے سبز ہلالی پرچم کو سلامی پیش کرتے چلے آرہے ہیں،مفتی اعظم مولانا رفیع عثمانی نے جمہوری سیاست میں خود کبھی حصہ تو نہ لیا لیکن انہوں نے جمہوری سیاست میں حصہ لینے والے علماء کو ہمیشہ احترام کی نظروں سے دیکھا،خصوصاً قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ تو ان کا اور ان کے برادر صغیر شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی کا تعلق انتہائی گہرا اور محبت بھرا چلا آرہا ہے،اس خاکسار نے تو ان کے ساتھ نامور جہادی قائد مولانا محمد مسعود ازہر کی محبت بھری محفلیں بھی دیکھ رکھی ہیں۔

مطلب یہ کہ وہ دین کے ہر کام کو خود بھی کرتے اور دینی کاموں میں مصروف جماعتوں اور شخصیات کی سرپرستی بھی خوب کرتے رہے،لیکن خود آسمان علم پر ماہتاب بن کر چمکے،آسمانی علوم سے ایسا دل لگایا کہ دنیا بھر سے طالبان علم آپ کے گرد ایسے اکٹھے ہوتے چلے گئے کہ جیسے "شمع" کے گرد پروانے اکٹھے ہوتے ہیں اور اگر میں یہ لکھ دوں کہ آپ نے "دارالعلوم" سے آسمانی علوم کے ساتھ ساتھ تشنگاں علم کو پاکستان کی محبت کے جام بھر،بھر کر بھی پلائے تو زیادہ درست ہوگا،آپ پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے سب سے بڑے داعی تھے بے شک جامعہ "دارالعلوم"

کے بانی مفتی اعظم مفتی محمد شفیع عثمانی نوراللہ مرقدہ تھے لیکن مفتی محمد رفیع عثمانی نوراللہ مرقدہ نے اپنے سربلند بابا کی جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے اس ادارے کی عظمت کو مزید چار چاند لگاتے ہوئے اسے علمی، روحانی مرکز اور عظیم دانش گاہ بنا دیا، یہاں سے پڑھ کر نکلنے والے جہاں مسجد کے امام، منبر ومحراب کے خطیب، مدرسے کے استاد قرآن کے قاری اور مفتی ہوتے ہیں، وہاں ان کے اندر حب الوطنی بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے اور وہ ملک کے دفاع کے لئے جان دینا بھی اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔

مفتی رفیع عثمانی نے علماء وطلباء کی ہمیشہ فرقہ واریت کے خلاف ذہن سازی کی، آج اگر ملک کی سیاسی اور مذہبی قیادت یک زبان ہوکر یہ کہہ رہی ہے کہ مفتی رفیع عثمانی کی وفات سے پاکستان ایک معتدل، بلند پایہ، فقیہ اور مفتی سے محروم ہوگیا تو یہ بات بالکل درست ہے، مفتی محمد رفیع عثمانی مرحوم متعدد کتابوں کے مصنف بھی تھے۔

شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی اپنے ٹویٹ میں کہتے ہیں کہ "وہ مجھ سے ہر حیثیت سے بڑے تھے، لیکن طالب علمی سے لے کر آج تک زندگی کے ہر مرحلے میں ہمارا 75 سالہ ساتھ چھوٹ گیا، اظہار جذبات کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں، اللہ تعالیٰ ان کو درجات عالیہ عطا فرمائیں۔" یہ بات حقیقت ہے کہ مفتی اعظم مولانا رفیع عثمانی اور مفتی تقی عثمانی دونوں بھائیوں کا 75 برس کا ساتھ تھا جو بالآخر 18 نومبر مفتی اعظم مفتی رفیع عثمانی کی وفات کے ساتھ ٹوٹ گیا۔ اللہ پاک مفتی تقی عثمانی سمیت جملہ خاندان عثمانی کو اس غم کا بوجھ برداشت کرنے کی توفیع عطا فرمائے اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی رفیع عثمانی نوراللہ مرقدہ کی اگلی منزلیں آسان فرمائے۔ (آمین)

----------☆----------------☆------------------☆--------

مسلمانوں کی ایک افسوس ناک غفلت

ایک زمانہ دراز سے مسلمانوں کی دین اور علوم دینیہ سے عام غفلت کے نتیجے میں سب ہی علوم دینیہ سے مسلمانوں کی اکثریت بے بہرہ ہوتی چلی گئی، خصوصیت سے آخرالذکر علم جس جس کا تعلق اعمال باطنہ کی اصلاح سے ہے وہ تو ایسا متروک ہوا کہ عوام تو عوام......علماء کی ایک بڑی تعداد بھی اس سے بے تعلق ہوگئی، صرف اعمال ظاہرہ کی پابندی میں دین کو منحصر سمجھ لیا گیا۔ صدق، اخلاص، توحید وتوکل، صبر وشکر، قناعت وزہد، تقویٰ کے صرف الفاظ زبانوں پر رہ گئے، حب جاہ، حب مال، نخوت وغرور، غیظ وغضب، کینہ وحسد جیسے محرمات اور مہلک امراض سے نجات حاصل کرنے کی فکر بھی دلوں سے محو ہوگئی۔ (فرمودہ: **حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ**) (بحوالہ: مردوں کی مثالی زندگی کے درخشاں پہلو، ص: ۳۶۷)

مصباح اللغات اور مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ

جناب عبدالمتین منیری (دبئی)

کچھ عرصہ قبل ایک علمی مجلس میں عربی اردو کتب لغت کے ضمن میں ''مصباح اللغات'' اور ''القاموس الوحید'' کا تذکرہ آیا تھا، اور اس پر تبصرے بھی کئی ایک آئے تھے، ان میں سے مصباح اللغات کے بارے میں بعض تبصروں کے تحت اللفظ میں مولانا بلیاویؒ کی کوششوں کی ناقدری کا ہمیں احساس ہوا۔

کتب لغت اور دائرہ معارف اسلامیہ قسم کی کتابیں ایک فرد کے لکھنے کی نہیں ہوا کرتیں، ترقی یافتہ زبانوں میں یہ کتابیں ماہرین کی ایک ٹیم تیار کرتی ہے، آج سے تیس چالیس سال قبل جب کہ کمپیوٹر عام نہیں ہوا تھا کتب لغت کی تیاری کے لئے کارڈ استعمال ہوتے تھے، الفاظ ومعانی کی کانٹ چھانٹ انہیں میں ہوتی، لغت کا مسودہ انہیں ترتیب سے جوڑ کر تیار کیا جاتا، ان کو رکھنے کے لئے مستقل شیلف بنائے جاتے، چونکہ ہر لفظ کے لئے مستقل کارڈ مخصوص کرنے کی وجہ سے یہ کارڈ ہزاروں لاکھوں میں پہنچ جایا کرتے تھے، انہیں خریدنے اور رکھنے کی سہولت اس زمانے میں کسی مدرسے کے استاد کے بس سے باہر کی چیز تھی۔ ویسے اس وقت کتابیں بھی کہاں دستیاب ہوتی تھیں؟، بڑے بڑے جید اساتذہ بہت سی کتابوں کے صرف نام ہی سن کر انہیں دیکھنے کی حسرت لے کر دنیا سے اُٹھ جاتے تھے۔

''مصباح اللغات'' آج سے پچھتر سال قبل ۱۹۵۰ء میں تیار ہوئی تھی، اور القاموس الوحید، مصباح اللغات سے کوئی پینتیس (۳۵) سال بعد۔ مصباح اللغات اور مولانا زین العابدین سجاد میرٹھیؒ کی بیان اللسان تقریبا ایک ہی زمانے میں آئی تھیں، لیکن بیان اللسان، مصباح اللغات کی طرح طلبہ واساتذہ میں جگہ نہ بنا سکی۔۔ مولانا بلیاویؒ نے یہ لغت بریلی کے ایک چھوٹے سے مدرسے مصباح العلوم میں تدریس کے دوران ترتیب دی تھی، جہاں انہیں مطلوبہ کتابیں اور سہولتیں میسر نہیں تھیں، تقسیم ہند کے دنوں میں مولانا بلیاویؒ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے منسلک ہوگئے تھے، آپ دارالعلوم دیوبند کے قدیم فارغین میں تھے، اور غالبا حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے، آپ کے شاگردوں میں مولانا سید محمد واضح رشید ندویؒ، مولانا نذر الحفیظ ندوی، جیسے عربی زبان کے عظیم قلم کار نکلے۔ ان لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ مولانا بلیاویؒ، جاہلیت اور قدیم عربی ادب پر بڑا عبور رکھتے تھے۔ قدیم شعرا کے ہزاروں اشعار آپ کے نوک زبان تھے۔

اس زمانے میں صرف المنجد ہی جدید ترین عربی زبان کی لغت تھی، المعجم الوسیط، مصباح اللغات کے دس سال

بعد شائع ہوئی تھی، اور احمد رضا عاملی کی معجم متن اللغہ سات سال بعد، اب اگر آپ نے المنجد کو مرجع بنایا تو یہ ان کی مجبوری تھی، ان حالات میں یہ کوئی عیب کی بات بھی نہیں تھی۔ یہ بعید از قیاس ہے کہ المنجد کے عیسائی مصنف سے غلطیاں اور تحریفات سرزد ہوئی ہوں اور مصنف مصباح اللغات نے اس کی تصحیح نہ کریں۔ اس کی مثال میں آپ پنجاب یونیورسٹی کی شائع کردہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کو لے سکتے ہیں، یہ کتاب بنیادی طور پر بریل کی انسائیکلوپیڈیا اور اسلام کا ترجمہ ہے، لیکن اس میں اتنی کانٹ چھانٹ کی گئی ہے کہ یہ مستقل حوالہ کی کتاب بن گئی ہے۔

مصباح اللغات عربی اردو لغت کا نقش اوّل ہے۔ مولانا کی رحلت کے طویل عرصہ بعد المنجد کے نام سے اس کے دو اپڈیٹ شدہ ایڈیشن آئے ہیں، اس میں ان کے مدیران نے تصدیق کی ہے کہ مولانا نے المنجد کے کئی ایک الفاظ کو حذف کیا ہے، اور کئی ایک جگہ ترمیم کی ہے، لہذا ان ترمیم شدہ ایڈیشنوں کا نام مصباح اللغات کے بجائے (المنجد) ہی رکھا گیا ہے۔ اب اگر مصباح اللغات میں کچھ غلطیاں نکل آئی ہوں، یا کچھ کمی بیشی رہ گئی ہو، یا پھر مصنف نے ایک عیسائی کی کتاب کو مرجع بنانے کا اقرار کرنے میں جھجک محسوس کی ہو تو یہ ایسے نقائص نہیں ہیں کہ ان کی بنیاد پر اس کتاب کے مقام ومرتبہ میں فرق آئے، اس لغت سے کئی نسلوں نے استفادہ کیا ہے، اور اس کی رونق آج بھی باقی ہے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کتاب کے ایڈیشن ترمیم واضافہ کے ساتھ کئی ایک مرتبین کی جانب سے اس کے اصلی نام یا المنجد کے نام سے سامنے آئے ہیں۔

رہی بات نقائص کی تو عربی زبان کی کونسی لغت ایسی ہے جسے نقائص اور اعتراضات سے پاک قرار دیا گیا ہو، خلیل احمد الفراہیدی کی پہلی لغت "العین" سے "المعجم الوسیط" تک جملہ کتب لغت پر ہونے والے تبصروں اور ان کے محققین کے دیباچوں سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، دمشق اور قاہرہ میں قائم عربی زبان کی اکیڈمیوں کے مجلّے "مجمع اللغۃ العربیۃ" کی فائلوں سے بھی پتہ چلتا ہے کہ کتنی کچھ ان پر تنقید کی گئی ہے، اردو کی بنیادی اور اہم کتب لغت کا بھی ماہرین زبان نے اسی طرح جائزہ لیا ہے، جس کا ایک نادر سلسلہ ہم نے علم وکتاب گروپ پر پوسٹ کرنا شروع کیا تھا، لیکن خاطرخواہ پذیرائی نہ ملنے کی وجہ سے اس سلسلے میں دراڑ آ گئی۔

یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ ۱۷۹۸ء میں فرانسیسی فاتح نپولین بوناپرٹ نے جب شام ومصر پر حملہ کیا تھا، تو اس وقت تک لبنان کی حیثیت مستقل ملک کی نہیں تھی، بلکہ یہ مملکت شام کا حصہ تھا، ۱۸۸۲ء میں مصر برطانوی سامراج کے ماتحت آیا، اور شام ولبنان پر فرانسیسیوں کا قبضہ جاری رہا، ۱۹۲۰ء میں فرانسیسیوں نے لبنان کو ایک الگ ملک کی حیثیت دی، ان کی خواہش تھی لبنان ایک عیسائی ملک کی حیثیت سے دنیا کے جغرافیہ پر اُبھرے، یہ حقیقت ہے کہ یہاں کے عیسائی عربی زبان بولتے تھے، لیکن یہ ان کے لئے گھریلو انداز کی ٹوٹی پھوٹی بولی تھی، فصاحت وبلاغت میں

لبنانی عیسائیوں کا کوئی مقام نہیں تھا،لیکن مصر پر فرانسیسی قبضے کے بعد جیسا کہ سامراجی مزاج ہوا کرتا ہے کہ نو آبادیاں چلانے میں مقامی لوگوں پر اعتبار نہیں کیا جاتا،اور باہر سے آنے والی وفادار اقلیتیوں کو مضبوط کیا جاتا ہے،اور انہیں ترقی کی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں،مصر کے سرکاری اداروں میں عراق وشام کے لوگوں کو عموما اور یہاں کے عیسائیوں کو ترجیحی بنیاد پر بھرتی کرکے ترقی کے مواقع دئے گئے،اسی طرح جیسے ہمارے برصغیر میں برطانوی دور میں پارسیوں اور آغا خانیوں کو آگے بڑھایا گیا تھا۔

لہذا آپ دیکھیں گے کہ مصر میں طباعت اور اشاعت میں شام ولبنان کے دانشوروں نے مقامی مصری باشندوں سے زیادہ نام کمایا،یہ نام وَری عیسائیوں کے حصے میں زیادہ اور اس میں سے کچھ تلچھٹ شامی مسلمانوں کے حصے میں بھی آئی،مصر کے مشہور زمانہ مجلّات اور ان کے ناشرین،المقطم،الہلال،المنار،دارالمعارف،مصطفیٰ الباب الحلبی،عیسیٰ البابی الحلبی،الفتح،الزہراء،وغیرہ کے بانی ومالک یعقوب صروف،جرجی زیدان،رشیدرضا،نجیب متری،محبّ الدین الخطیب،وغیرہ شامی یا لبنانی تھے۔

لبنانی عیسائیوں نے سامراجیوں کی فراہم کردہ سہولیات سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لئے،اپنی علمی وادبی کاٹھ مضبوط کرنے کی ٹھانی،خوب محنت کی اور عربی زبان وادب کے میدان میں خود کو ایک مرجع کی حیثیت سے منوالیا،اس کی مثال میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اپنے دورعروج میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ایسے ہی ایک عیسائی پادری انطون صالحانی الیسوعی کی کتاب"رنات المثالث والمثانی فی روایات الاغانی "شامل نصاب تھی،ابوالفرج الاصبھانی کی تصنیف اور اس کی تہذیب ایک پادری کے قلم سے ہوتو اسے کریلا نیم چڑھا ہی کہا جاسکتا ہے۔

کتنی حیرت کی بات ہے کہ اسے اپنے دور کے کٹر اہل حدیث عالم ڈاکٹر تقی الدین الہلالیؒ نے اپنے ان لائق وفائق شاگردان کو پڑھایا تھا جو آئندہ زندگی میں آسمان علم وادب اور فکر اسلامی کے آفتاب وماہتاب بننے والے تھے۔اور یہی وہ شاگرد تھے جن سے برصغیر میں عربی زبان وادب کی نشاۃ ثانیہ ہوئی تھی،اور جنھوں نے عالم عرب سے اپنی فکر سلیم اور عربی زبان وادب پر دسترس کا لوہا منوایا تھا۔لہٰذا آپ دیکھیں گے کہ نئے ماحول کے مطابق عربی زبان کے نصاب تعلیم،اور جدید طرز پر عربی زبان کی مختلف نوعیّتوں کی کتب لغت کی اشاعت میں آج بھی مکتبہ لبنان جیسے عیسائی اداروں کی دَھاک بیٹھی ہوئی ہے،اور جس شان کی،جاذب نظر،قدیم کتب لغت کو یہ عیسائی ادارے شائع کرتے ہیں،اس کے نمونے اپنوں کے یہاں نہیں ملا کرتے۔ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ یہ زمانہ مسابقت کا ہے،کوئی بھی تاجر گھاٹے کا سودا نہیں کیا کرتا،اور وہ اپنے گاہکوں کو ٹوٹنے اور دوسرے بیوپاریوں کے پاس جانے نہیں دیتا،خاص طور پر اس وقت جب اسے احساس ہو کہ سامنے والا اس کی تاک میں بیٹھا ہے۔

اب تو کیا طلبہ کیا اساتذہ......سبھوں میں سہل پسندی کا چلن عام ہوگیا ہے، کیا طالب علم کیا استاد ہر ایک بغیر محنت کے وہ سب کچھ حاصل کرنا چاہتا ہے جسے علاء الدین اور اس کے جادوئی چراغ جیسے قصے کہانیوں میں پڑھتے اور سنتے آرہے تھے، اب کوئی کیسے سمجھائے کہ جس چیز کے حصول میں جتنی محنت لگے گی وہ اتنی ہی دیرپا ہوگی، اب پانی پر لکیر کھینچنے اور ریت پر گھروندا بنانے کے لئے جتنی کوشش ہوگی، اسی رفتار سے وہ مٹ بھی جائے گی، لیکن پتھر پر نقش نگاری میں جتنی محنت اور وقت لگے گا، اسی رفتار سے یہ نقش دیرپا اور پائیدار ہوگا، اب ہم گوگل پر موبائل ایپ سے ایک جھپک میں جو معلومات حاصل کرتے ہیں، چونکہ اس میں ہماری محنت اور توجہ نہیں لگی ہوتی ہے تو پھر یہ معلومات علم کا درجہ حاصل نہیں کر پاتیں، جلد ہی حافظے سے پانی کی لکیر کی طرح مٹ جاتی ہیں، کیونکہ قوت حافظہ کے لئے اللہ تعالی کا ایک قانون ہے، حواس خمسہ میں جتنے حواس کسی چیز کو سمجھنے اور یاد رکھنے کے لئے استعمال ہونگے اسی قدر یہ حواس ان کی حفاظت پر مامور ہونگے، اس طرح ایک ہی چیز پر آنکھیں گاڑھ کر رکھنے سے آنکھیں پتھرا تو سکتی ہیں، لیکن وہ حافظے کا حصہ نہیں بن سکیں گی۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ حساب میں کراس چیکنگ کی طرح کوئی چیز یاد رکھنے کے لئے تلاش کے مختلف طریقے اپنائے جائیں، یہ بات اس لئے یاد آئی کہ ہمارے طلبہ و اساتذہ کا مزاج ہوگیا ہے کہ موبائل ایپ یا گوگل ٹرانسلیٹر پر جا کر مشکل الفاظ تلاش کرتے ہیں، اور کوئی بڑا تیر مارا تو اردو یا عربی کی کوئی مختصر اور آسان سی لغت کھول لیتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی لفظ کے سلسلہ میں ذہن میں کوئی مضبوط تاثر نہیں بیٹھ پاتا، نہ قاری الفاظ کی گہرائی تک پہنچ پاتے ہیں، جامعات اور کتب خانوں میں بڑی بڑی کتب لغت پڑی پڑی دُھول چاٹ رہی ہوتی ہیں، لیکن کتابوں میں شاید سب سے مظلوم صنف ہے، جسے طالب و عالم دُور سے دیکھ کر گذر جاتا ہے، اور انہیں کھولنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا۔

قرآن وحدیث کی گہرائی اور ان کے اسلوب کے موثر ہونے کے لئے ان کے الفاظ و معانی کی گہرائی تک جانا ضروری ہے۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر طور پر کتب لغت گذشتہ چودہ سو سالوں میں جن مراحل سے ہوکر گذری ہے، ان پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے، اور اللہ توفیق کبھی توفیق دے تو ان کتابوں کا تفصیلی جائزہ بھی پیش کردیا جائے۔

آسانی سے الفاظ کے معانی تک پہنچنے کے لئے الف بائی ترتیب سے الفاظ و معانی کو جن کتابوں میں شامل کیا جاتا ہے اور عرف عام میں جسے ڈکشنری کہا جاتا ہے، عربی زبان میں اسے معجم کہتے ہیں، سب سے پہلے محدثین کرام نے اسماء الرجال کی کتابوں کو اس ترتیب پر مرتب کیا، لہذا امام بخاریؒ اور امام بغویؒ اور دوسرے محدثین کی اس نام اور

ترتیب دی ہوئی کتابیں اب بھی پائی جاتی ہیں۔

احمد فارس الشدیاق کے زیر اہتمام جب ۱۲۹۹ء میں لسان العرب کی طباعت کا منصوبہ شروع ہوا تو فیروز آبادی کی قاموس ان کے سامنے رہی جس کا آپ نے تعاقب کیا اور (الجاموس علی القاموس) کے نام سے ناقدانہ کتاب لکھی، کہا جاتا ہے کہ اسی کتاب سے لفظ قاموس ڈکشنری کے مترادف کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ پہلے (الف) اس کے بعد (باء) اس کے بعد (تاء) کی ترتیب سے الفاظ کی ترتیب سے کتب لغت کی ترتیب کا رواج عرب لغت نویسوں کے یہاں بہت بعد میں ہوا۔

آیئے عربی لغت کن مراحل اور اس کے دبستانوں پر اچٹتی نظر ڈالتے ہیں:

احمد الشرقاوی اقبال نے اپنی کتاب معجم المعاجم میں عربی زبان کی جملہ (۱۴۰۷) کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ گذشتہ تیرہ سو سالوں کے درمیان مختلف ادوار سے گذری ہیں، اور انہیں چار دبستانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) دبستان تقلبیات:……عربی لغات کی تالیف میں یہ پہلا دبستان ہے۔ اس میں ایک گروپ کے تحت متحدہ حروف سے بننے والے تمام کلمات یک جا کردئے جاتے ہیں، مثلا (ر-ک-ب) سے بننے والے الفاظ کو ایک ہی باب میں تلاش کیا جائے گا، خواہ ان کی ترتیب کتنی ہی مختلف ہو، چنانچہ رکب، ربک، کرب، کبر، برک، اور بکر میں ہر لفظ ایک باب کے ماتحت مذکور ہوگا، اس دبستان میں دو طریقہ اپنائے جاتے ہیں جن میں پہلا دبستان تقلبیات صوتی کی بنیاد پر ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کے بانی نصر بن عاصم اللیثی (۸۹ھ) تھے، لیکن ابتدا میں یہ طریقہ زیادہ متعارف نہ ہوسکا، اس دوران ابی عمرو الشیبانی (ف ۲۰۶) کی کتاب الحروف آئی، یہاں تک کہ خلیل بن احمد الفراہیدی (ف ۱۷۹ھ) نے کتاب العین تصنیف کی، محمد بن احمد الازہری (ف ۳۷۰) کی تہذیب اللغۃ، اور مرتضی الزبیدی (ف ۱۲۰۵ء) کی مختصر العین، ابوعلی القالی (ف ۳۵۶ھ) کی البارع اور ابن سیدہ (۴۵۸ھ) کی المحکم اسی دبستان کی نمائندہ سمجھی جاتی ہے۔

اس دبستان میں دوسرا طریقہ تقلبیات ہجائی کی بنیاد پر ہے، اس میں (ر-ک-ب) سے بننے والے حروف میں پہلا حرف (ب) ہے، ابن درید (ف ۲۲۳ھ) کی **الجمهرة** میں اس طریقہ کو اپنایا گیا ہے۔

(۲) دبستان قافیہ:……قافیہ وہ لفظ ہے جس پر قصیدہ کی بنا ہوتی ہے، جس کو ردیف سے پہلے کا لفظ تک بھی کہا جاتا ہے، مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی (ف ۸۱۶ھ) کی القاموس المحیط، زبیدی کی شرح تاج العروس من جواہر القاموس اور ابن منظور الافریقی (ف ۷۱۱ھ) کی لسان العرب اس دبستان کی نمائندگی کرتی ہیں۔

(۳) دبستان ابجدی:……اس میں حروف تہجی کی بنیاد پر معاجم کو ترتیب دیا جاتا ہے، اس میں ایک طریقہ وہ ہے

جس میں مادہ کی اصل کو ترتیب کی بنیاد بنایا جاتا ہے، اس طریقہ کی نسبت عموماً امام زمخشری (ف ۵۳۸ھ) کی لغت ''اساس البلاغۃ'' کی طرف کی جاتی ہے، اسے شہرت احمد بن محمد الفیومی ثم الحموی (ف ۷۷۰ھ) کی ''المصباح المنیر'' سے ملی تھی، جو کہ ایک جامع لغت کے بجائے فقہ شافعی کی ایک کتاب ''العزیز شرح الوجیز'' کی فرہنگ کی حیثیت رکھتی ہے۔ مختار الصحاح، المنجد، المعجم الوسیط اسی طریقہ پر ترتیب دی گئی ہیں، اور اس وقت یہی ترتیب رائج ہے۔

محققین کا کہنا ہے کہ اس طریقہ کی نسبت زمخشری کی بجائے محمد بن تمیم برمکی (۳۹۷ھ) کی طرف ہونی چاہئے، جو آپ سے سو سال پہلے گذرے ہیں، اور جنہوں نے مستقل کوئی لغت نہیں لکھی، لیکن جوہری کی الصحاح تاج اللغۃ کی از سر نو اس نہج پر ترتیب کی۔ مصباح اللغات اور القاموس الوحید اسی ترتیب پر ہیں۔

(۴)......ابجدی میں دوسرا طریقہ انگریزی ڈکشنریوں کا ہے جس میں اصل مادہ کے اشتقاق کا خیال رکھے بغیر لفظ جس حال میں ہے اسی ترتیب سے الفاظ کو شامل کیا جائے۔ المنجد الابجدی، اور جبران مسعود کی الرائد اسی ترتیب سے ہے، مولانا زین العابدین سجاد میرٹھی نے بیان اللسان میں اس طریقہ کو اپنایا ہے۔

کتب لغت کی رفتار کو دیکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ آٹھویں صدی ہجری یا چودھویں صدی عیسوی تک جملہ پانچ صدیوں کے دوران ان میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا، البتہ کوئی چار سو سال بعد مرتضی الزبیدی کی تاج العروس آئی جسے قاموس کی شرح ہونے اور اس میں لغت کی ترتیب و ہیئت کے پرانے متروکہ دبستان ہی کو اپنانے کی وجہ سے اسے مستقل دبستان کی حیثیت نہ مل سکی۔

اس وقت اصل مادہ کی بنیاد پر لغت کی ابجدی ترتیب ہر عربی قاری کی ضرورت بن چکی ہے، جیسا کہ پہلے ذکر آچکا کہ محمد بن تمیم برمکی نے چوتھی صدی ہجری میں اس ترتیب کی بنا ڈالی تھی، اور اسے زمخشری اور ان کے بعد فیومی (ف ۷۷۰ھ) نے اپنایا تھا، لیکن اسے مقبولیت نہ مل سکی، القاموس المحیط کی قافیہ پر ترتیب ہی کا رواج رہا، یہاں تک کہ مرتضی زبیدی نے بارہویں صدی ہجری میں تاج العروس لکھ کر اس رواج کو اور پختہ کیا۔

لیکن جب فرانسیسی اور برطانوی سامراج عرب ممالک میں سرایت کر گیا، تو یورپین طرز کی الف بائی ترتیب پر کتب لغت کی ضرورت پیش آئی، اور کوئی شک نہیں کہ لبنان میں کلیسا سے وابستہ ماہرین لغت پادریوں نے یہ بیڑا اپنے ہاتھ لیا، اور برمکی، زمخشری اور فیومی کی ترتیب پر کتب لغت بڑی محنت اور اہتمام سے شائع کیں اور عربی لغت کو یورپین معیارات کے مطابق لا کھڑا کر دیا، صرف عیسائی ہونے کی وجہ سے ان لبنانی کلیسا سے وابستہ ان شخصیات کی کوششوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا، انہوں نے جس جانفشانی سے عربی لغت پر محنت کی ہے، اسے صرف متعصّبانہ سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(۱)......(محیط المحیط)اور (قطر المحیط):

اصل مادہ کی ابجدی ترتیب کے ساتھ عربی لغت کو ترویج دینے کا سہرا لبنانی پادری بطرس البستانی (1883ء) کو جاتا ہے، آپ نے بڑی محنت سے فیروزآبادی کی القاموس المحیط کو ابجدی لحاظ سے مرتب کیا اور اس میں ضروری اضافے کئے، یہ لغت (۱۸۶۹ء) بڑے طمطراق سے رنگین حروف میں اعلیٰ طباعت کے ساتھ منظر عام پر یہ آئی، اور عربی لغت کی تاریخ میں ایک انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، جب مصنف کو محسوس ہو کہ یہ طلبہ کے معیار سے کچھ بڑی ہوگئی ہے تو پھر اس کا ایک مختصر ایڈیشن (قطر المحیط) کے نام سے مرتب کیا، چونکہ یہ کام ایک فرد کا تھا، غلطیوں کا سرزد ہونا لازمی تھا، لہذا ایک اور لبنانی پادری اور ماہر لغت انستاس ماری الکرملی نے اس کا ضمیمہ (المعجم المساعد) کے نام سے مرتب کیا .

(۲)......اقرب الموارد فی الفصیح والشوارد:

۱۸۹۰ء میں عرب پریس نے ایک اور کلیسائی شخصیت علامہ سعد الخوری الشرتونی کی دوجلدوں میں تیار کردہ لغت کو شائع کیا، اس کے مواد کو بھی امہات لغت سے لیا گیا تھا، اور اس میں الفاظ کی ترتیب سابقہ لغت سے زیادہ باریک تھی، مصنف اس میں ہونیوالی غلطیوں کی تصحیح اور نئے الفاظ کے اضافوں کی فکر میں رہے، اور ۱۸۹۴ء میں اس کا ایک ضمیمہ نکلا۔ اس کی مزید غلطیوں کا پیچھا شیخ احمد رضا العاملی نے (۳۰۰) صفحات میں کیا، جسے مجلۃ المجمع العلمی دمشق کے مجلّے میں قسط وار شائع کیا۔

(۳)......المنجد:

اس سلسلے کا اہم پڑاو لبنانی پادری لویس معلوف کی مدارس کے لئے تیار کردہ لغت تھی جو ۱۹۰۸ء میں پہلی مرتبہ منظر عام پر آئی، ۱۹۵۶ء میں المنجد فی الادب والعلوم کے عنوان سے اس کا ذیل نکلا، چونکہ یہ اپنی نوعیت کا ابتدائی کام تھا، اور اس میں فرانسیسی اور مغربی کتابوں سے مواد لیا گیا تھا، تو اس میں بے تحاشا سنگین علمی و تاریخی غلطیاں، اور ناموں کا غلط املا پایا گیا، جس پر اہل علم نے سخت گرفت کی، اصل منجد میں چند غلطیاں پائی جاتی تھیں، لیکن اس تاریخی و معلوماتی ضمیمے نے المنجد کی ساکھ کو بڑا نقصان پہنچایا۔ اور اس پر سخت تنقیدیں ہوئیں۔ جن میں مندرجہ ذیل علماء لغت کی تنقیدوں نے بڑی شہرت پائی:

الف...... **کتاب عثرات المنجد فی الأدب والعلوم والأعلام– للأستاذ / إبراهيم القطان**، یہ اپنے موضوع پر اہم ترین کتاب ہے، ۱۳۹۲ھ میں اس کا پہلا ایڈیشن سامنے آیا تھا۔

ب......كتاب النزعة النصرانية في قاموس المنجد– للدكتور / إبراهيم عوض،(۵۰) صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۴۱۱ھ میں طائف سے چھپی تھی۔

ج......سلسلة مقالات للأستاذ / منير العمادي، نشرت في مجلة مجمع اللغة العربية بدمشق .

ان مقالات کے جواب میں المنجد کے ادارے نے غلطیوں کا اعتراف کیا تھا،اور مجمع کی طرف سے اطلاع ملنے پر اس میں اصلاح کا وعدہ کیا تھا۔

د......مجموعة مقالات لعلامة المغرب الشيخ/عبدالله كنون، منشورة في مجلة دعوة الحق .

(۴) ۱۹۲۰ء میں بیروت کی امریکی یونیورسٹی کے ایما پر وہاں کے ایک استاد عبداللہ میخائیل البستانی نے (البستان) کے نام سے ایک لغت تیار کی، پھر اس کا ایک اختصار (فاكهة البستان) کے نام سے کیا۔

(۵) اس دوران انگریزی لغت کے طرز پر اصل مادہ کے بجائے حروف ابجدی کی ترتیب سے المنجد الابجدی، اور ایک ٹیچر جبرا ن مسعود کی (الرائد) شائع ہوئی، جو عرب قاری میں مقبول نہ ہوسکی، اسی کے نہج پر مولانا زین العابدین سجاد میرٹھی کی بیان اللسان آئی تھی، اس کے سلسلے میں ایک ماہر لغات کا کہنا ہے کہ اگر یہ ترتیب طلبہ میں چل نکلتی تو نئی نسل کو عربی لغت سے کاٹ دیتی۔ طلبہ اشتقاق مواد سے بالکل نابلد ہو جاتے۔

جب مولانا بلیاوی نے مصباح اللغات لکھنی شروع کی تو ان میں سے بعض لغات تھیں، المعجم الوسیط، اور معجم متن اللغہ اس کے ایک عشرہ بعد منظر عام پر آئیں، معیاری اداروں اور کتب خانوں سے دور بریلی کے قصبے میں بیٹھ کر مولانا نے جو کارنامہ انجام دیا اسے کرامت ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔

---------☆------------------☆------------------☆--------

لغت کا کام عام طور پر لفظوں کے معنی بتانا سمجھا جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قوموں کی طرح قوموں سے متعلق ہر چیز ایک مستقل تاریخ رکھتی ہے۔ زبان قوم کی تاریخ کا نہایت اہم جزو ہے۔ اس لیے زبان اور اس کے لفظوں کی تاریخ بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے، اور یہ تاریخ ہماری لغت کا اہم باب ہے۔ قومیں اپنی تاریخوں میں کتنی ہی خیانت کریں اور ان کے واقعات کو کتنا ہی الٹ پلٹ ڈالیں، مگر زبان اور اس کے الفاظ کا ذخیرہ ایک سچے امانت دار کی طرح پچھلی روداد کا ریکارڈ یا مسل ہمارے لیے تیار رکھتا ہے، جس سے اس زبان کے محقق ضرورت کے وقت پوری طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ چناں چہ اگر ہم یہ جاننا چاہیں کہ کسی قوم کے تعلقات اور رابطے دنیا کی کن کن قوموں سے رہے ہیں تو اس قوم کے لفظوں کے خزانے میں ہمارے لیے معلومات کا بڑا سرمایہ محفوظ ملے گا۔ (فرمودہ: **حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ**، بحوالہ: نقوش سلیمانی، ص:۲۹۲)

تبصرہ کتب

فہارس بدائع الصنائع

ترتیب وتدوین: مولانا سیدعبدالرحیم الحسینی۔صفحات: ۷۲۵۔طباعت: عمدہ۔ ملنے کا پتا: مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم کراچی

''بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع'' فقہ حنفی کی معروف ومتداول اوراہم ترین کتاب ہے۔اس کے مؤلف علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود بن احمدالکاسانی الحلبی رحمۃ اللہ علیہ (۵۸۷ھ/۱۱۹۱ء) ہیں۔

علامہ ابوبکر بن مسعود بن احمد علاء الدین کاسانی الحلبی رحمہ اللہ کا شمار جلیل القدر فقہاء کرام میں شمار کیا جاتا ہے۔آپ ملک العلماء کے لقب سے معروف تھے۔علامہ آپ علاء الدین محمد بن احمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ان کے علاوہ آپ نے صدرالاسلام بزدویؒ،اورمیمون المکحولیؒ کے سامنے بھی زانوئے تلمذ اختیار کیا۔آپ نے اپنے استاذ علامہ محمد بن احمد سمرقندیؒ کی کتاب''تحفۃ الفقہاء'' کی شرح''بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع'' کے نام سے لکھی، جسے دیکھ کر آپ کے استاذ بہت خوش ہوئے اوراپنی عالمہ فقیہ بیٹی فاطمہ بنت علاء الدین کا نکاح آپ سے کردیا،اوریہی شرح مہر قرار پائی۔علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ.....''یہ عظیم شان والی کتاب ہے، میں نے فقہ حنفی میں اس جیسی کتاب نہیں دیکھی۔''

بدائع الصنائع نہ صرف یہ کہ مذہب حنفی کی معتبر ترین کتاب ہے بلکہ فقہ اسلامی کی دیگر کتب میں بھی اپنا ممتاز مقام رکھتی ہے۔حسن ترتیب میں بے مثال ہے۔فقہ حنفی کے موافق ہر مسئلہ پر دلیل جب کہ اقوال تابعین سے مزید قوت دی گئی ہے۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بدائع الصنائع ہمارے مدارس کے کتب خانوں کی زینت اور دارالافتاؤں کی لازمی ضرورت ہے۔کوئی مفتی اس کتاب سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔البتہ اس سے استفادہ اورمسائل ودلائل کی تلاش قدرے دقت طلب کام ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا سیدعبدالرحیم الحسینی زیدمجدہم کو، کہ انہوں نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے''بدائع الصنائع' کی معجم تیار کردی ہے، جس سے کسی بھی مسئلے اورموضوع پرحوالہ تلاش کرنا آسان ہوگیا ہے،ان فہارس کوحروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔مولانا سیدعبدالرحیم نے اس کے لیے''بدائع الصنائع'' کی چاراشاعتوں کومدار بنایا ہے،جو ہمارے علمی اورتدریسی حلقوں میں معروف ومتداول ہیں، چاروں کارمزی نام بھی رکھا ہے۔

”دارالکتب“......اس سے دارالکتب العلمیہ بیروت کی طباعت مراد ہے۔

”سعید“......اس سے ایچ ایم سعید کی طباعت مراد ہے۔

”رشیدیہ“......اس سے مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ کی طباعت مراد ہے۔

”عربیہ“......اس سے مکتبہ عربیہ کوئٹہ کی طباعت مراد ہے۔

آپ نے کوئی مسئلہ تلاش کرنا ہے؛ مثلاً ”حکم المضاربۃ الفاسدۃ“ کے متعلق بدائع الصنائع میں تلاش کرنا ہے تو ہر اشاعت کا صفحہ نمبر اور جلد نمبر دیا گیا ہے۔ مثلا:

”دارالکتب“ ۸/۱۷۔ سعید ۶/۱۰۸۔ رشیدیہ ۵/۱۵۲۔ عربیہ۔ ۶/۱۶۳ میں آپ کو ملے گا۔

”فہارس بدائع الصنائع“ کو عمدہ کاغذ پر بہترین طباعت کے ساتھ شایع کیا گیا ہے، آغاز میں شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہ العالی صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تاثرات بھی شامل ہیں۔

فن بلاغت کے بنیادی تصورات

مولف: مولانا استراج خان۔ صفحات: ۳۲۲۔ طباعت: مناسب۔ ملنے کا پتا: ادارہ تالیفات دارالعلوم فاروقیہ بالا گڑھی، مردان۔ رابطہ نمبر: 0306 5709458

فن بلاغت سے مراد وہ فن یا علم ہے جس میں کلام دلنشیں اور حال کے موافق ہو، دوسرے لفظوں میں اپنی بات کو، تحریر کو یا تقریر کو سلیقے اور شائستگی سے کہنے کو بلاغت کہتے ہیں۔ یہ فن بلاغت کی سادہ ترین تعریف کہی جاسکتی ہے۔ بلاغت کے ساتھ ایک اور لفظ ’فصاحت‘ بولا جاتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ بلاغت کا کلام کے معنوی حسن وخوبی سے تعلق ہے جبکہ فصاحت کا تعلق لفظ کے حسن وخوبی سے ہے۔

عربی زبان جو اُم الالسنۃ ہے فصاحت وبلاغت میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اہل عرب کی شعر گوئی اور خطابت مسلم ہے۔ آپ کو اس زبان میں نادر تشبیہات، استعارات، تلمیحات، اور بدائع وصنائع کا ایک جہان آباد نظر آئے گا۔ عربی زبان میں ایک ہی بات کو کہنے کے لیے کئی طرح کے اسلوب ہیں۔ ایک ہی شخص کی کسی حالت کو بیان کرنے کے لیے درجنوں نہیں سینکڑوں الفاظ مل جائیں گے۔ ایک ہی جانور کے درجنوں نام مل جائیں گے؛ جو عربی زبان کی وسعت وہمہ گیری پر دال ہیں۔

ہمارے دینی علوم کی بنیاد عربی ہے۔ قرآن مجید جو کلام اللہ رب العالمین ہے عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ قرآن مجید کا عربی زبان میں نازل ہونا ہی اس کی جلالت شان کے لیے کافی ہے۔ دوسرا قرآن مجید کے اسلوب بیان

میں فصاحت و بلاغت اور معانی کا بیکراں سمندر ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ عربی میں ہیں، چنانچہ قرآن و حدیث کے علوم و معارف میں غوطہ زن ہونے کے لیے جہاں صرف و نحو اور اس کے متعلقات کا ازبر ہونا ضروری ہے وہیں فن بلاغت سے آشنائی بھی لازمی ہے۔

قرآنی علوم کا صحیح حظ وہی اٹھا سکتا ہے جو بلاغت کی باریکیوں کو کما حقہ جانتا ہو۔ ہمارے ہاں درس نظامی میں اس فن کی متعدد کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ان کی شروح بھی دستیاب ہیں۔ زیر نظر کتاب ''فن بلاغت کے بنیادی تصورات'' کسی کتاب کی شرح نہیں بلکہ مستقل ایک تصنیف ہے، جو درجنوں کتابوں کے ثمرات کا نچوڑ ہے۔ بنیادی طور پر یہ کتاب بلاغت کے تین فنون سے بحث کرتی ہے:

۱۔علم المعانی ۔۲۔علم البیان ۔۳۔علم البدیع۔

ان تینوں عنوانات کے تحت مختلف ابواب و فصول میں متعلقہ مباحث ذکر کیے گئے ہیں۔ کتاب کا اسلوب نہایت شاندار ہے، آسان اور عام فہم اسلوب میں فنون ثلاثہ (علم المعانی۔علم البیان۔علم البدیع۔) کی گتھیاں کھولی گئی ہیں۔فن بلاغت کے تاریخی ارتقا کا مختصر خاکہ دیا ہے۔ نیز دروس البلاغہ اور مختصر المعانی کے اکثر و بیشتر مضامین کے آسان نقشے، چند اضافی اصطلاحات کے تعارف کے ساتھ دیے گئے ہیں۔ یہ کتاب مبتدی اور منتہی، استاذ و طالب علم سب کے لیے یکساں مفید ہے۔

مولانا قاری خلیل احمد بندھانی

مرتب: مولانا چوہان سلیم اللہ سندھی۔ صفحات: ۱۶۰۔ طباعت: مناسب۔ قیمت: ۳۰۴ روپے۔ ملنے کا پتا: مدرسہ دارالتعلیم حمادیہ، راجو گوٹھ تحصیل لکھی، ضلع شکارپور، رابطہ نمبر: 0304-3015260

حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحمۃ اللہ علیہ سندھ کی معروف دینی و علمی شخصیت تھے۔ آپ جامعہ اشرفیہ سکھر کے اہل فخر استاذ تھے، درس و تدریس کے ساتھ ساتھ خطابت میں بھی منفرد اسلوب رکھتے تھے، جامع مسجد سکھر میں طویل عرصہ تک خطابتی فرائض انجام دیے۔ اس کے ساتھ ساتھ قریب و بعید علاقوں میں وعظ و تبلیغ کے لیے بھی اسفار رہتے تھے۔ مولانا چوہان سلیم اللہ نے ان کی وفات کے بعد مختلف رسائل و جرائد میں ان کی حیات و خدمات پر چھپنے والے مضامین جمع کر کے یہ کتاب مرتب کی ہے۔ تمام مضامین لائق مطالعہ ہیں۔

☆☆☆

سرپرست اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانیؒ کا انتقال پرملال نماز جنازہ میں لاکھوں افراد کی شرکت

کراچی (20/نومبر 2022ء) عالم اسلام کی دینی درسگاہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے صدر، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سرپرست، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی کی نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد آپ کے والد مفتی اعظم مفتی محمد شفیع عثمانی کے پہلو میں تدفین کردی گئی۔وفاق المدارس العربیہ کے میڈیا کوآرڈینیٹر مولانا طلحہ رحمانی کے مطابق نماز جنازہ مفتی رفیع عثمانی مرحوم کے چھوٹے بھائی، عالم اسلام کی عظیم علمی وروحانی شخصیت، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے پڑھائی، نماز جنازہ میں پی ڈی ایم کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری، مفتی رفیع عثمانی کے بڑے بھائی مولانا ولی رازی، گورنر سندھ کامران ٹیسوری، پی ایس پی کے سربراہ مصطفیٰ کمال، جماعت اسلامی کے حافظ نعیم الرحمٰن، اھل سنت والجماعت کے مولانا اورنگزیب، علماء ومشائخ میں مولانا شمس الرحمٰن عباسی، مفتی سید مختار الدین شاہ، مولانا امداد اللہ یوسف زئی، مولانا عبیداللہ خالد، مولانا سعید یوسف، مولانا سید احمد یوسف بنوری، مولانا عبدالستار، صاحبزادہ مولانا پیرعزیز الرحمٰن رحمانی، مولانا راشد محمود سومرو، مولانا قاری عبدالرشید، مفتی عبدالسلام، مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا عبدالمجید، چوھدری ریاض عابد، مولانا قاری حق نواز، مولانا صلاح الدین ایوبی، مولانا حکیم محمد مظہر، مولانا عبدالرزاق زاہد، مولانا زبیر احمد صدیقی، مولانا محمد خالد، مفتی محمد زبیر حق نواز، مفتی محمد شعیب (ہانگ کانگ) مولانا قاضی محمود الحسن اشرف، مفتی کفایت اللہ، مولانا قاسم عبداللہ، مولانا ابراہیم سکرگاھی، مفتی اکرام الرحمٰن، مفتی خالد محمود، مولانا قاری فیض اللہ چترالی، قاضی عبیداللہ احرار، مولانا عبدالوحید، بریگیڈیئر ریٹائرڈ مولانا قاری فیوض الرحمٰن، مولانا راحت علی ھاشمی، مولانا عزیز الرحمٰن، مولانا ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی، مولانا محمد نعیم اشرف، مولانا حسان اشرف عثمانی، مولانا عبداللہ نجیب، مولانا منظور احمد مینگل، مفتی انس عادل، مولانا قاری زبیر احمد، قاری محمد عثمان، مولانا عبدالکریم عابد، مفتی محمد ابرار، مولانا عبیدالرحمٰن چترالی، مولانا منظور احمد، مفتی عبدالرحیم، مولانا اظہار الحق سمیت ہزاروں علماء وطلباء اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کی بہت بڑی تعداد شریک ہوئی۔

مولانا طلحہ رحمانی کے مطابق نماز جنازہ میں شرکت کیلئے کراچی سمیت ملک بھر سے علماء ومشائخ جہاں شریک ہوئے وہیں بیرون ملک سے بھی کئی حضرات نے شرکت کی،انہوں نے بتایا کہ ناظم اعلیٰ وفاق المدارس بنگلہ دیش کے دورہ پر تھے جو فوری طور دورہ ختم کرکے مفتی صاحب مرحوم کے جنازہ میں شرکت کیلئے پاکستان پہنچے۔جبکہ بیرون ممالک میں امارات،قطر،سعودی عرب،یورپ کے مختلف ممالک سمیت انگلینڈ،بنگلہ دیش اور دیگر ممالک سے بھی کئی حضرات نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔مولانا طلحہ رحمانی نے مزید بتایا کہ گزشتہ روز مفتی محمد رفیع عثمانی کا طویل علالت کے بعد چھیاسی برس کی عمر میں جب انتقال ہوا تو ملک بھر سے علماء ومشائخ کا کراچی آمد کا سلسلہ شروع ہوا،جبکہ آپ کے اکلوتے فرزند مولانا مفتی محمد زبیر اشرف عثمانی بھی بیرون ملک ہونے کی وجہ سے تاخیر سے پہنچے،نماز جنازہ سے قبل مفتی محمد رفیع عثمانی کے فرزند مولانا مفتی زبیر اشرف عثمانی نے بھی خطاب کیا،انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ حضرت مفتی صاحب نے جامعہ دارالعلوم کراچی کے ذرہ ذرہ ایک ایک اینٹ کو اپنی نگرانی میں بنوایا مولانا عاشق الٰہی مہاجر مدنی کا قول ہے کہ مفتی محمد رفیع عثمانی نظم وضبط اور تدبر اور فراست میں اس لائق ھیں کہ دارالعلوم نہیں بلکہ پورے ملک کا نظام ان کے پاس ہونا چاہئیے۔دوسال سے مستقل طور پر بیمار رہے اور اس سخت تکلیف کے باعث جسمانی کمزوری کافی بڑھ گئی تھی اور ان کی زندگی بھر کی تکالیف ومشقت کی وجہ سے بھی کمزوری عیاں تھی لیکن آج ان کے معطر اور منور چہرے سے اطمینان اور نور نمایاں طور محسوس ہو رہا ہے۔آج حضرت مفتی صاحب مطمئن چہرے کے ساتھ اپنے رب سے مل رہے ھیں،انہوں نے کہا کہ مفتی صاحب نے ساری زندگی مالی معاملات سمیت ہر معاملہ میں انتہائی احتیاط وتدبر اور حکمت سے کام لیا۔

نماز جنازہ سے قبل شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے اپنے کلیدی خطاب کیا۔مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے اپنے خطاب میں اندرون وبیرون ملک سے نماز جنازہ وتعزیت کیلئے آنے والے علماء واحباب کو اپنی دعاؤں سے نوازنے ہوئے مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی کے درجات کیلئے بلندی اور ایصال ثواب کی درخواست بھی کی۔بعد ازاں آپ کی تدفین جامعہ دارالعلوم کراچی کے احاطہ میں موجود قبرستان میں آپ کے والد مولانا مفتی محمد شفیع کے پہلو میں عمل میں لائی گئی۔

جوائے لینڈ فلم پاکستانی معاشرے پر تہذیبی حملہ ہے

کراچی(17/نومبر 2022ء)مولانا محمد حنیف جالندھری جنرل سیکرٹری وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے ہم جنس پرستی کے موضوع پر بننے والی فلم کو پاکستانی معاشرے اور تہذیب پر حملہ قرار دیا،انہوں نے کہا کہ ٹرانس جینڈر ایکٹ کے شور شرابے کے ساتھ ساتھ ہم جنس پرستی کے موضوع پر بننے والی فلم کی اجازت ملنا زیادہ تشویشناک

ہے،مولانا جالندھری نے کہا کہ پاکستانی مسلمانوں کی مذہبی شناخت،اسلام پسندی،پاکیزہ طرز زندگی کو ہدف بنانے کے لیے منظم منصوبے کے تحت کام کیا جارہا ہے جس کی روک تھام از حد ضروری ہے-مولانا جالندھری نے مطالبہ کیا کہ اس متنازعہ اور حیا سوز فلم پر فی الفور پابندی لگائی جائے۔مولانا محمد حنیف جالندھری نے ملک بھر کے ائمہ وخطباء سے اپیل کی کہ وہ جمعہ کے اجتماعات میں پاکستانی معاشرے اور پاکستان کی نسل نو کے ساتھ ہونے والے اس بدترین کھلواڑ اور اس کے مستقبل پر اثر انداز ہونے والے نتائج واثرات پر ضرور روشنی ڈالیں اور قوم سے اس قسم کی کوششوں کی روک تھام کے لیے موثر کردار ادا کرنے پر زور دیں۔

وفاق المدارس کے تحت عظیم الشان قرآنی مسابقات کا اہتمام

کراچی(15/نومبر 2022ء)وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت حفظ قرآن مجید کا شوق پیدا کرنے کیلئے ملک بھر میں مسابقات کے پروگراموں کو حتمی شکل دیدی گئی،وفاق المدارس کے میڈیا کوآرڈینیٹر مولانا طلحہ رحمانی کے مطابق وفاق المدارس العربیہ کی مرکزی مجلس عاملہ کے فیصلوں کی روشنی میں مسابقات حفظ القرآن مع التجوید کیلئے تقریبا تین ہزار مدارس کے ساڑھے تین ہزار سے زائد طلباء نے اس مقابلہ میں حصہ لینے کیلئے رجسٹریشن کروائی،اس مقابلہ میں سولہ سال کی عمر تک کے حافظ قرآن طلباء شریک ہونگے۔مولانا طلحہ رحمانی نے ان مسابقات کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ وفاق المدارس کی مجلس عاملہ نے مولانا قاری احمد میاں تھانوی کو مرکزی مسابقہ کمیٹی کا کنوینئر مقرر کیا اور ان کے ساتھ ملک کے دیگر صوبوں سے بھی اراکین کو منتخب کیا گیا،بارہ رکنی مرکزی مسابقہ کمیٹی نے تمام صوبوں میں کئی اجلاسوں کے بعد ان مسابقات کا طریقہ کار اور حتمی نظم ترتیب دیا جس کی وفاق المدارس کے صدر مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور ناظم اعلی مولانا محمد حنیف جالندھری نے منظوری بھی دی۔کنوینئر مرکزی مسابقہ کمیٹی مولانا قاری احمد میاں تھانوی نے مشاورت کے بعد صوبائی سطح پر مسابقہ کمیٹیوں کا انتخاب بھی کیا۔صوبہ سندھ میں بھی بارہ رکنی مسابقہ کمیٹی مقرر کی گئی،مرکزی مسابقہ کمیٹی کے اراکین مولانا عبدالوحید اور مفتی خالد محمود نے صوبہ سندھ میں مسلسل کئی اجلاسوں کے بعد صوبہ میں ہونے والے مسابقہ پروگراموں کو حتمی ترتیب دیتے ہوئے تیس مجود قراء پر مشتمل منصفین کو بھی منتخب کیا۔

وفاق المدارس کے میڈیا کوآرڈینیٹر مولانا طلحہ رحمانی نے مزید بتایا کہ یہ مسابقات ملک بھر میں تین مراحل میں ہونگے،پہلے مرحلہ میں ڈویژنل سطح پر بائیس 22/ سے چوبیس 24/نومبر 2022ء کو ہونگے،جس میں مجموعی طور پر اسلام آباد،آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان سمیت تینتیس(33)ڈویژن میں مسابقات کا نظم طے کیا جاچکا ہے۔مسابقہ کا دوسرا مرحلہ صوبائی سطح پر ہوگا جوان شاء اللہ چار(4)سے پندرہ(15)دسمبر 2022ء کی تاریخوں میں منعقد کیا

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

جائے گا جو چاروں صوبوں کے مرکزی صدر مقام پر ہونگے۔جبکہ آخری ملکی سطح پر عظیم الشان مسابقہ انتیس (29) جنوری 2023ءکواسلام آباد میں منعقد کیا جائے گا۔

کراچی میں ان مسابقات کا حتمی نظم طے کرنے کیلئے وفاق المدارس صوبہ سندھ کے ناظم مولانا امداداللہ یوسف زئی کی صدارت میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں اجلاس ہوا۔جس میں وفاق المدارس کے رکن عاملہ و مرکزی مسابقہ کمیٹی کے کنوینئر مولانا قاری احمد میاں تھانوی سے مشاورت کے بعد حتمی فیصلے کئے گئے،جس کے مطابق کراچی سمیت صوبہ سندھ میں تقریبا سات سو طلباء کے مابین مسابقہ بائیس سے چوبیس نومبر تک مجموعی طور دس مقامات پر ہونگے،جس میں جامعہ دارالعلوم کراچی،دارالعلوم شفیق السلام سپر ہائی وے،جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن،جامعہ سعیدیہ زمزمہ اسٹریٹ ڈی ایچ اے،مدرسہ تقویت الایمان واٹر پمپ،جامعہ الصفہ سعید آباد ،جامعہ فاروقیہ فیزٹو،جامعہ عثمانیہ حیدر آباد،جامعہ اشاعت القرآن و الحدیث لاڑکانہ،جامعہ حسینیہ شہداد پور اور دارالعلوم سکھر شامل ہیں۔اجلاس میں مرکزی مسابقہ کمیٹی کے رکن مولانا عبدالوحید،صوبائی کمیٹی کے اراکین مولانا قاری زبیر احمد،مولانا محمد فیصل،مولانا عمران عثمان اور وفاق المدارس کے میڈیا کوآرڈینیٹر مولانا طلحہ رحمانی،مولانا محمد سعد شمیم،مولانا لطف الرحمٰن شریک ہوئے۔

سود کے حوالے سے اپیل واپس لینے کا اقدام خوش آئند ہے

کراچی/اسلام آباد(10/نومبر 2022ء) مولانا محمد حنیف جالندھری جنرل سیکرٹری وفاق المدارس نے حکومت کی طرف سے سود کے حوالے سے دائر کردہ اپیل کی واپسی اور سودی بینکاری کے خاتمے کے اعلان کو خوش آئند قرار دیا۔انہوں نے کہا کہ وزیرخزانہ اسحاق ڈار کا اعلان خوش آئند ہے لیکن صرف اعلانات کافی نہیں عملی اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے انہوں نے کہا کہ ہم توقع رکھتے ہیں کہ حکومت فوری طور پر بلاسود بینکاری کے لیے موثر اور سنجیدہ اقدامات اٹھائے گی۔مولانا جالندھری نے کہا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ صدق دل سے سود سے توبہ بھی کی جائے اور سودی معیشت سے نجات حاصل کرنے کے لیے پوری یکسوئی اور سنجیدگی سے محنت کی جائے۔مولانا جالندھری نے مطالبہ کیا کہ پاکستان شریعت کورٹ کی طرف سے دی گئی مدت کے اندر اندر پاکستانی معیشت کی تطہیر کو یقینی بنایا جائے۔مولانا جالندھری نے اس توقع کا بھی اظہار کیا کہ صرف سرکاری طور پر ہی نہیں بلکہ اسٹیٹ بینک اور حکومت اپنا اثر ورسوخ اور اختیارات استعمال کرتے ہوئے باقی بینکوں سے بھی اپیلیں واپس کروائیں گے۔